



فریدی سورہ تھا..... کسی قسم کی آواز پر جاگ اٹھا۔.....
کوئی دور ازدہ پیٹ رہا تھا..... وہ چپ چاپ اٹھا اور دروازہ کھول
دیا.....

ایک طویل قامت اجنبی سامنے کھڑا تھا..... فریدی
پلک بچکائے بغیر سے دیکھا رہا۔ تجھے تھا کہ وہ کس طرح اس
کی خواب گاہ تک پہنچا ہو گا۔

اجنبی نے مسکرا کر کہا۔ ”تھارے رکھوں کے لیے ہی طویل ہو
مجھ سے ماںوس ہیں!“

”میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔“
”مجھے کوئی بھی نہیں پہچان سکتا۔.....“ اجنبی کا لمحہ بے
حد مغموم تھا۔

”اندر آ جائی۔ سی ستریوں نے بھی آپ کو نہیں
ٹوکا۔.....“

”میں کئی معاملات میں تھا ار ازادار ہوں بیٹے۔.....!
اجنبی نے گاؤں کی آواز میں کہا۔
لمحہ کچھ چاہنا پہچانا سا گوس ہوتا تھا۔

”فریدی کی بیکھڑتیا۔..... اور اسے کسی پیش کی۔.....!
وہ طویل سالیں لے کر بیٹھ کیا اور بولا۔“ بیٹے کہہ کر
خدا کے لئے ایسا لمحہ اختیار نہ کرو!“ اجنبی ہاتھ اٹھا کر
غموم انداز میں بولا۔

”میری لگائیں ہوں۔.....“
”تم جانتے ہو کہ میں تین ماہ کے لئے بچوں سمیت
جنیش دیکھ دیں۔.....“

”میں نے ابھی یہ بھی کہا تھا کہ بعض معاملات میں
تھارے ار ازادار ہوں۔“

”آپ نے کہا تھا۔.....!“ فریدی نے سر ہلا کر بولا۔
”میں جانتا ہوں کہ جب تم کسی کے علم میں لائے بغیر
کوئی سی بھی سچھتے ہو کہ میں میک اپ میں ہوں“

”فریدی کی بچھتہ بولا۔
”میں میک اپ میں نہیں ہوں۔..... میرے ساتھ“
حاوش ہوا ہے کہ جس کا جواب دنیا کی تاریخ میں نہیں
گا۔“

”فریدی جیزت سے آنکھیں چھاڑ کر اسے دیکھ رہا تھا
اجنبی بھی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔..... وقعت فر
بولا۔“ میں ابھی بھی سوچ رہا تھا کہ انداز گفتگو کچھ جانا ہا۔
”معلوم ہوتا ہے۔..... لیکن آواز؟“

”فریدی اسے ایسے انداز میں دیکھتا رہا ہے اس کے بعد
کے جملے کا بھی ملاحظہ ہو۔“

”تم کیا سچھتے ہو۔.....!“ وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔“ میں

سگار پسند تھے:

”ہاں۔..... مجھے پسند تھے۔ اب بھی پسند ہیں، لیکن میں
ترس رہا ہوں۔ ذہن تمباکو کی پیاس بڑی شدت سے محوس
کرتا ہے۔..... میں پیتا ہوں لیکن ایک کش سے زیادہ نہیں لے
سکتا کیون کہ وہی کش میرے سینے کو چھیل کر رکھ دیتا ہے
اور میں دوسرا کش نہیں لے سکتا۔.....!
”

”لیکن لمحہ۔.....!
”میں نے اس پر غور نہیں کیا؟“ اجنبی بولا۔

”معذت فریدی اسے گھورتا ہوا بولا۔“ اصل مقصد بیان
کرو۔“

اجنبی کے چہرے پر جیزت کے آثار نظر آئے۔..... اور

پھر اس کی آنکھیں بیجہ مغموم نظر آنے لگیں۔ اور اس نے
فلدی سانس لے کر کہا۔ ”اب مجھے رمنا ہی پڑے گا۔.....!
”

”فریدی کچھ سمجھتے کہتے رک گیا۔ اب وہ اسے عجیب سی
الکڑوں سے دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اجنبی نے کہا!“ آخر تم
س طرح یقین کرو گے کہ میں وہی ہوں!“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ۔.....!“ فریدی جملہ پورا
کیا۔.....“

”کم از کم تمہیں یقین کرنا ہی پڑے گا۔..... قطعی طور
پر جو اندماز میں بولا۔“ اجنبی کا لمحہ بے

”مجھے آخري حد ہے۔..... اگر تم نے یقین نہ کیا تو مجھے خود
کشی کرنا پڑے گی۔“

”فریدی برادر است اس کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا۔
”

”بیا۔..... میں میکی چاہتا ہوں۔.....!“ اجنبی بولا۔

”تم جو کچھ بھی کہو سوچ سمجھ کر کہو۔..... اسی پر میری زندگی کا
انحصار ہو گا۔..... میں شک ہمیا ہوں!“

”چلنے۔..... میں خاموش رہوں گا۔..... آپ اپنا بیان چاری
رکھے۔.....“

”فریدی کی بیکھڑتیا۔..... اور اسے کسی پیش کی۔.....!
وہ طویل سالیں لے کر بیٹھ کیا اور بولا۔“ بیٹے کہہ کر
خدا کے لئے ایسا لمحہ اختیار نہ کرو!“ اجنبی ہاتھ اٹھا کر
غموم انداز میں بولا۔

”میری لگائیں ہوں۔.....“
”تم جانتے ہو کہ میں تین ماہ کے لئے بچوں سمیت
جنیش دیکھ دیں۔.....“

”میں نے ابھی یہ بھی کہا تھا کہ بعض معاملات میں
تھارے ار ازادار ہوں۔“

”آپ۔..... میں کسی یقین کرلوں۔..... آپ کاقد۔.....!
”لیکن۔..... میں کسی یقین کرلوں۔..... آپ کاقد۔.....!

”اوہ۔..... تو تم یہ سچھتے ہو کہ میں میک اپ میں ہوں“

”فریدی کی بچھتہ بولا۔
”میں میک اپ میں نہیں ہوں۔..... میرے ساتھ“
حاوش ہوا ہے کہ جس کا جواب دنیا کی تاریخ میں نہیں
گا۔“

”فریدی جیزت سے آنکھیں چھاڑ کر اسے دیکھ رہا تھا
اجنبی بھی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔..... وقعت فر
بولا۔“ میں ابھی بھی سوچ رہا تھا کہ انداز گفتگو کچھ جانا ہا۔
”معلوم ہوتا ہے۔..... لیکن آواز؟“

”میرا سب کچھ بدلتا ہے۔..... خود مجھے اپنی

”ہاں۔..... مجھے پسند تھے۔ اب بھی پسند ہیں، لیکن میں
ترس رہا ہوں۔ ذہن تمباکو کی پیاس بڑی شدت سے محوس
کرتا ہے۔..... میں پیتا ہوں لیکن ایک کش سے زیادہ نہیں لے
سکتا کیون کہ وہی کش میرے سینے کو چھیل کر رکھ دیتا ہے
اور میں دوسرا کش نہیں لے سکتا۔.....!
”

”فریدی اسے غور سے دیکھ رہا تھا، اس کے خاموش
ہوتے ہی بولا۔“ پھر بھی مجھے ایک ہی کش کی۔.....!
”وہ اس سے سگار لے کر سلاکنے لگا۔..... دو تین کش لئے
اور فریدی کی طرف دیکھ کر مسکرا تھا ہوا بولا۔“ وہ حوالہ طق
سے مجھے اتارنے کی ہمت نہیں رکھتا۔“

”تھیر یونہی کی۔..... آپ نے یہاں سے روائی ہوتے
وقت کیس بھی۔..... آر۔ تھری کس کے پر در کیا تھا؟“

”اں۔..... کر انہر کے، اور یہ تمہارے ہی مشورے
پر ہوا تھا۔“

”یہ ایسا حوالہ تھا جس کے صحیح جواب پر فریدی چونکے
بغیر نہ رہ سکا۔..... اور پھر تو اس نے سوالات کی بوچاڑ کر
دی۔..... لیکن ایک بھی ایسا جواب مار کر نہ کر سکا جو غیر تشغی
مجھش ہوتا۔.....!
”

”میری سمجھ سے باہر ہے یہ معاملہ۔.....“ فریدی کچھ
دیر بعد بڑھ لیا۔

”مجھے خوشی ہے کہ تم اس پر سنجیدگی سے غور کر رہے
ہو!“ اجنبی بولا۔

”فریدی کی بچھتہ بولا۔
اجنبی نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد کہا۔“ کتنی

بڑی تیاری کر رہا تھا۔..... اور دنوں ایک دوسرے کو گھورتے ہوئے
قریب سے گزر جاتے ہیں۔“

”کون دنوں؟“

”میں اور میرا جسم!“

”کیا مطلب؟“

”میں اور میرا جسم۔ تم سمجھتے کیون نہیں۔ وہ جسم ہے
تم سیلوٹ کرتے ہو۔.....!
”

”یعنی۔ ذی۔ آئی۔ جی صاحب اور آپ دنوں ایک
درے کو گھورتے ہوئے قریب سے گزر جاتے ہیں۔“

”ہاں۔..... بات کو سمجھنے کے لئے تم ہی کہ کے کیے۔“

”کیا میں اپنے استھن کیلئے ہوں کہ اسی ہاگا اس؟“

”اجنبی اجنبی سی لگتی ہے۔“

”لیکن لمحہ۔.....!
”میں نے اس پر غور نہیں کیا؟“ اجنبی بولا۔

”لعنہ فریدی اسے گھورتا ہوا بولا۔“ اصل مقصد بیان
کرو۔“

”پھر اس کی آنکھیں بیجہ مغموم نظر آنے لگیں۔ اور اس نے
فلدی سانس لے کر کہا۔“ اب مجھے رمنا ہی پڑے گا۔.....!
”

”لیکن ایک بھی سمجھتے کہتے رک گیا۔ اب وہ اسے عجیب سی
الکڑوں سے دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اجنبی نے کہا!“ آخر تم
س طرح یقین کرو گے کہ میں وہی ہوں!

””

””

””

””

””

””

””

””

””

””

””

””

””

””

””

””

””

””

””

”لیکن بتبئے! میں اس مرص کے بارے میں بچھے نہیں۔ صاحب کو دی۔“
جانا۔ ویسے خیال ہے کہ خطرناک ہی ہو گا.....!
”قیناز خدا ناک ہے! اور مر نے کے لئے ابھی تمہیں کوئی
انسخہ سے تحریر ناہوگا..... انہوں میں کے بعد مانگو یا ہو گا..... اور
لاپرواہی سے شانوں کو جیش دیتے ہوئے کہا۔
”کیا مطلب؟“
”دو طرح کا ہو سکتا ہے! یا تو تم بالکل ہی بے حس ہو
”مطابق ہے کہ!“
”جاؤ گے۔ یا ہم تمہیں جنون ہو جائے گا۔ جنون کی صورت
میں تم کی اوپنی عمارت نے پھلانگ بھی لکھ سکتے ہو! اور پیسو
ہال کھوڑ کر یوں گئے!“ وہ آنکھیں نکال کر بول۔
”تم..... میر اسر پھکارتا ہے۔“ حمد اُنی پیشانی تھکتا

لے دلت دریزار سے اپنی لردن بھی کاٹ سکتے ہوا!“
”مخفی پیغام ہے کہ عنقر میب مکی ہو گا!“ حمید سر ہلاک
پیڈ کی سے بولالے
”لہذا کیوں نہ اس چیز کو انسو ہمانہی کے اٹیجھ میں ختم
لے کی کوشش کرو!“
”وہ کس طرح؟“
”سوسوق رہا تھا کہ یہ بلاکھاں سے پیچھے گل گئی!
بھر وہ ذی آئی جی کے بارے میں سوچتے تھے کہ..... فریدی
نے اس کے بارے میں پچھے ایسی ہدایات دی جسیں چیزے حمید
کو اس کی عمر ان کرنی ہے۔ اور سعیدہ کو اس بیماری کی اطلاع
دیتے ہوئے کہا تھا کہ حمید اس کے ساتھ جائے گا.....
”تم کیا سوچتے گے؟“ وفعتاً سعیدہ نے پھر اسے مخاطب
کی طرح ساتھی کی نیند ضرور ہونی چاہئے۔
”اگر بھی حال رہا تو میں ابھر کو ترینجے دوں گا۔“

کیا۔
”سوچ رہا ہوں کہ پھر آت کو میرے ہاتھا کون نہ شکا گا ॥

”میرا بھائی کو ران کر سکا گیوں کہ جہاز پھر تک آئے کر اس کے بعد اسے واٹی سر خاپ میں پینڈ کر ناچاہا۔“
”بھائی ناموٹی رہتی..... میمہر محمد ہی بولا۔“
”اڑھی صاحب نے کم از کم آپ کو تو بتایا ہو گا کہ آپ دھوئیں کے باول ڑاؤ گے؟“
”تو پھر حقیقی نہیں مرہنی چانا چاہیے۔“
”یہ مرد آج تک میری سمجھے میں نہیں آئے۔“ وہ بڑے بڑے اطلاع دیے ہے کہ ذیلہ کی پچھے بیمار ہیں
”ابوں سے لے لئے اطلاع دیے ہے کہ ذیلہ کی پچھے بیمار ہیں بڑے بڑے۔“
”محمد کیکھنے لے لے..... ستمہ رہ اس اہم بنا پر مدد ادا کرنے کیلئے بھال کرنے تے۔“

رہا ہوں۔ ”
”اوہ! تو تمہیں نہیں معلوم ہے“
”بھی نہیں! مجھے تو صرف اتنا ہی کہا گیا تھا کہ وہوئی
سرخاب کے ہول فیضان اسیں مجھے قیام کرنا ہے اور بھی۔
وہاں کیوں قیام کرنے والے ہوں اس کا علم شاہزاد نہیں
فرمتوں کو بھی نہ ہوا“
”عجیب بات ہے!“
محمد پھر پکھنے بولتا
اکار کا، وہ فنا ہوا، ۸۰۰۰ تکمیل کردے ہیں۔ خدا اکی

بناہا! اسی درس میں درس کر رہی تھی، جس کے بعد
وو صرف وانچ چائے کی اپیشٹسٹ تھی، اور پھر جب
کرنٹ پڑے تو زہن زیادہ تر خود کشی ہی کی طرف مائل رہتا ہے۔
سمجھ کر تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر بولی۔ “میں نہیں
سمجھ سکتی کہ تمہیں انہوں نے پکھ بٹایا کیوں نہیں؟”
“یہ بات آپ کی سمجھ میں نہیں آ سکتی ا!”
“وو کیوں؟”
“مردی سمجھ میں بھی آج تک نہیں آئی ا!”

”پیشمن جمیدا کیا مگر نے چھ پہچانا نہیں ہے۔ اور ازدواج نے
کان میں تیر کی طرح اڑتی ہیں کسی اور جمید پر ساختہ چٹوں کے
چار پر اپنے بھائی کی بھلی لروی دو اکٹھ سیدھا چھی۔
”یہ ذکر ہلی۔ جن کی بھلی لروی دو اکٹھ سیدھا چھی۔
”پہلا..... پہلا..... جناب..... آپ کہاں؟“
”سیدھا کے چھرے پر جھرت کے آغاز نظر آئے..... اور
اس نے کہا۔
”مگر یہاں عالم نہیں کہ کرمم آباد سے تمہارے ساتھ
خون کرنے والی ہوں!“
”حق..... حق ملے لیجھا!“
”تعجب بات ہے۔“ وہ سر ہلاکر بولی۔
حمدہ اس طرح اسے دیکھتا رہا چھے اس کی بات سمجھ میں

نے اپنی ہاں
”فریدی صاحب نے تو ان پر نئے اطلاع دی تھی کہ
میرے لئے اس فلاحت سے کرم مام اپارے پیدا کر کر اور
گئی ہے اور تم بھی میرے ساتھ جا رہے ہو۔“
حمد نے مٹھی سانس لے کر کہا۔ ”تو شاید اب بھی
کیا معلوم ہو جائے گا کہ میں ادا کیا رخاں کیوں پہچا

بیٹ خال تھی۔ اگلی دو سیوں پر ایک غیر ملکی جوڑا تھا.....
بیٹ جانب دو گور تھیں تھیں ایک اوچھا اور دوسری جوان!
اپنے برابر کی خالی بیٹ پر اس نے تمباکو کی پاؤچ اور
پائپ رکھ دیئے۔
بچھ دیر بعد جہاز بے کران غلاؤں میں پرواز کر رہا
تھا..... پہلی رات کی نیند کا ثمار غنو و گی بن کر اس کے ذہن
میں مسلط ہو چاہے سفر بیٹھ اری ہی کے ساتھ تھے ویسے ہو اتنا اس
لئے وہن کو جگائے رکھ کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

کی تو نہ اسی کی طرف ہے۔

تھا اور موسوں کر رہا تھا کہ برابر کی سیٹ پر بیٹھنے والی سورت
بازی کم از کم حمید کا شعار تو نہیں ہو سکتی تھی وہ سامنے دیکھ رہا
بھی ہو سکتے ہیں، تو تفصیلات معلوم کرنے کے سلسلے میں جلد
لہیں مسوں کیسی تول بانی ہو گیا۔

اور پھر جب اس نے اسے تربیب رکھنے اور رسمیت
سے تمباکی پاؤچ اور پائپ اٹھانا پڑا۔

اور جہاز کی خالی بیٹھیں بھر نے لیں۔ حمید کو برا برداں سیٹ
اور جہاز کی خالی بیٹھیں بھر نے لیں۔

”پیشِ حمید اکیا مگر نے چھپ پہچانا پیش نہ... اور از روانہ
کان میں تیر کی طرح اترنی چلی کی اور حمید نے ساختہ پھونگ
ڈالا۔
”یہ کیا ہے جی کی بھول لا کی تو اکثر سعیدہ تھی۔
”تپپ..... پکھانا..... جناب..... آپ کیاں؟“
سعیدہ کے پھرے پر حیرت کے اھار نظر آئے..... اور
اس نے کہا۔
”تھی تمہیں علم نہیں کہ کرمم آزاد سے تمہارے ساتھ
سونکرنے والی ہوں!“
”حق..... حق لے لیجئے!“
”تیب بات ہے۔“ وہ رہا کر بولی۔
حمدہ اس طرح اسے دیکھتا رہا جیسے اس کی بات سمجھ میں
نہ آئی ہو۔
”فریدی صاحب نے فون پر مجھے اطلاع دی تھی کہ
میرے لئے اس فلاںٹ سے کرمم آزاد سے پیٹ کر اوی
گئی ہے اور تم بھی میرے ساتھ جا رہے ہو۔“
حمدہ نے مٹھنڈی سائنس لے کر کہا۔ ”تو شاید اب مجھے
محلہ مہارہ جائے گا کہ میں ادا کیا رخا کر سکوں پہچھا جا

ایزہر ہو شش نے سعیدہ کی طرف دیکھا اور سعیدہ بولی
”اب صرف آدھا گلاس!“ پھر اس نے حمید کو خونخوار
نظرؤں سے گھوڑتے ہوئے کہا۔

”میں نے آدھا گلاس کہا تھا۔“

حمدی نے پھر گلاس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔
خدادا کر کے جہاز لینڈ کرنے کا اعلان ہوا اور لوگ
اپنے گردتے کئے گے۔

جہاز کے لینڈ کرتے ہی پانچ منٹ کا وقفہ بھی پورا ہو
گیا۔

اور ایزہر ہو شش گلاس سمیت سر پر سوار ہو گئی۔ حمید کا
دل چاہا کہ اسے گلاس سمیت ہی باہر پھینک دے۔
”آخری ڈوز!“ سعیدہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی
مسکرائی اور حمید نے جھلابت میں گلاس اس کے ہاتھ سے
لے کر اپنے اوپر الٹ لیا۔

”چشم میں جاؤ۔“ وہ بڑیراتی ہوئی اپنی سیٹ سے اٹھ
گئی۔ نہ صرف ایزہر ہو شش بلکہ وہ لوگ بھی تھیر نظر آئے
گے جو اس وقت حمید کی طرف دیکھ رہے تھے اور سعیدہ تو
اس حرکت کے بعد ایسی لگنے لگی تھی جیسے حمید سے جان
پہچان ہی نہ رہی ہو۔

آنکھیں سے پنجے اترتے وقت حمید کی عقلی ٹھکانے آگئی!
کیوں کہ یہاں بادل چھائے ہوئے تھے۔ خوفزک بھی تھی
اور بو ندا باندھی ہو رہی تھی۔

سر بھیگا ہوا تھا۔... تمیض بھی بھیگ کر تھی۔
پنجے اترتے پے در پے کئی چھینکیں آئیں۔
سعیدہ اس سے کئی کٹی چل رہی تھی۔ حمید نے سوچا چلو

اچھا ہے شاید اسی طرح پچھا جھوٹ جائے۔
پچھوڑ بعد ہوئی فیضان کا ایک پورٹ آنکھیں۔
”ہمیں وہیں تو جانا ہے۔“ سعیدہ قریب آ کر بودا۔

حمدی نے صرف سر ہلا دیا۔
فیضان کے پورٹ نے ان کے سوت کیسی تھی میں
رکھا دیئے۔ حمید کو پھر پے در پے تین چار چھینکیں آئیں اور
سعیدہ بولی۔ ”خود پالی اور انہیں لے اپنے اوپر!“

حمدی بچکا نہ انداز میں بسور کر رہا گیا۔
سعیدہ اسے گھورتی رہی۔

حمدی کی پیڑ اری اور بڑھ گئی۔ کیوں کہ اب وہ گھوس کر
رہا تھا کہ سعیدہ پورٹی طرح اس پر توجہ دے رہی ہے۔

”لیکن حقیقت میں تم بالکل بدھو ہو۔“

”مشکر یہا۔“

”ایزہر ہو شش پانی لائی۔“

حمدی کو خواہ خواہ پینا پڑا۔

”پانچ منٹ بعد پھر“ سعیدہ نے ایزہر ہو شش سے

کہا۔ ”زیادہ بلندی پر خون کے ساتھ ہی ان کا پانی بھی خلک

اونٹ لگتا ہے۔“

حمدی کی کھوپڑی بھٹکنگی..... ذی۔ آئی۔ جی صاحب

کی لاکی نہ ہوتی تو..... تو وہ..... تب بھی صبر ہی کرتا۔

لانکوں کے معاملات میں صبر کرنا ہی پڑتا ہے۔ وہ سوچتا

رہا۔ اور کو شش کر تارہ کہ اس کا داماغِ خندہ اسی رہے۔

میں منٹ بعد پہلی منزل مقصود پر پہنچنے والا تھا۔ اور

لیک پانچ منٹ بعد اس نے پانی کا دوسرا گلاس پی کر ہاتھ پر

اال دیئے۔

”بولاو..... بتاتے ہو۔۔۔ یا پانی پتے ہوئے ہی سر خاب

دیلی ہانچنا چاہتے ہو۔“ ذاکر سعیدہ نے جھلائے ہوئے بجھے

لش پر چھا۔

”ایک کی بجائے آدھا گلاس کرو ایسا تھا کہ کسی کو بھی بھی آئتی

اس وقت حمید کا حلیہ ایسا تھا کہ کسی کو بھی بھی آئتی

تھی۔ لیکن سعیدہ بالکل خس پیٹھی رہی۔

کچھ یہ نہیں کہ اسی نے دیدہ و دانتہ بھی روک کر

ایکی اختیار کر رکھی تھی بلکہ اس کا تاصپ ہی ایسا تھا۔۔۔

ہاول کی جس چیز پر خصوصی توجہ صرف کرنی اسی کا احساس

ہی ہوتا اور یقینہ چیزیں کو یا شعور کے دائرہ گل ہی سے

خارج ہو جاتی تھیں۔

اگر اس وقت سے خیال آجاتا کہ اسے اپنی اس حرکت

کا روشنیں مل حمید پر بھی دیکھتا ہے تو یقیناً وہ ہنسنے تھی اور کوئی

وزدن ساجھلے بھی چست کرنے کی کوشش کرتی۔

گمراہ اسے بھی اور سنکھنے تھے۔

دو لمحے کے لئے اس لئے کسی کو اس کی قدر نہیں

تھی کہ وہ تھی پر یکسی کسی ہستال میں ملازمت کیوں نہیں

اری۔“

اب وہ حمید سے بالکل ہی لا تعلق ہو کر بار بار گھڑی

لکھے ہارہی تھی۔

لیک پانچ منٹ بعد ایزہر ہو شش پھر پانی کا گلاس لائی۔

اوہ حمید نے ایک گھوٹ لے کر گلاس اسے واپس کر دیا۔

”بھی۔“ وہ سر ہلا کر بولی۔ ”پھر لکھا کر شادی کریں

گے اس سے!“

”آپ غلط سمجھی ہیں۔ وہ انہیں انکل اور مجھے قادر کہتی

ہے۔“

”تم دونوں ہی سنکھی ہو۔“

”الحمد للہ۔“ حمید اپنی خیالی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر کر

بولا۔

”مجھے چڑاتے ہو۔“

”غلط سمجھی ہیں آپ۔“

”اچھا بامہوش رہو!“

”میں بول کہ رہا ہوں!“ حمید اس طرح چوڑک گز

بولا۔ جیسے بھجی ابھی تک خاموش ہی بھٹکا رہا ہو۔

وہ بے حد سمجھی گی سے بولی۔ ”کیسے میں تمہیں اٹھا کر

باہر پھینک دوں گی۔“

حمدی احتفاظ انداز میں بسور کر رہا گیا، پچھے بولا نہیں۔

ڈاکٹر سعیدہ اسے گھورتی رہی۔۔۔ پھر ایزہر ہو شش

کو اشارہ سے بلا کر اس سے کہا۔ ”ان کے لئے بہت سخت اپنی

لاؤ۔“

ایزہر ہو شش پلی گئی۔۔۔ اور حمید سوالیہ انداز میں ڈاکٹر

سعیدہ کی طرف دیکھنے لگا۔

”سخت اپنی پلی پر۔۔۔“

”آخر کس لئے؟“

”ضرورت ہے تمہیں۔۔۔ اس طرح احتفاظ انداز میں

آنکھیں نہ چھاؤ۔۔۔ ایک بی بی۔۔۔ میں کیا ہے میں نے۔۔۔“

”لیکن میں نے تو پچھے بھی نہیں کیا۔“ حمید بے بھی سے

بڑی ڈگری لئی چاہیے تھی۔

مولے اور بھدے فریم کی عینک لگاتی تھی۔ لیکن طبیعت کا

بھلی پن اسے کہیں بھی مقبول نہیں ہونے دیتا تھا۔۔۔

میڈیسین اور سر جری کی ڈگریاں رکھتی تھی۔۔۔ لیکن بھی

پریسٹس نہیں کی تھی۔۔۔ اسے افسوس تھا کہ اس نے ڈاکٹری

میں داخل ہو جاؤ گے۔ بھلا کتھا کر شادی کریں“!

حمدی نے بے بھی سے ایزہر ہو شش کی طرف دیکھا جو

قریب ہی سے گزر رہی تھی۔

شاید وہ اسے کسی قسم کا اشارہ سمجھی اور فوراً ہی کسی قدر

جھک کر پوچھا۔۔۔

”فرمایے! کیا پیش کروں۔۔۔“

”پیرا شوٹ!“ حمید کر لے۔۔۔ اور وہ اخلاقاً ہنسنے ہوئی

آگے بڑھ گئی۔

”تم میر امداد اٹانے کی کوشش کر رہے ہو۔“ سعیدہ

آنکھیں نکال کر بولی۔

”شاید میں ابھی اور اسی وقت مانگوں کے اسٹج میں داخل

ہو جاؤں گا۔“ حمید اپنی بھنس ٹوٹا ہوا ہے تکلر لجھے میں بڑ بریا۔

”بکار ہے!“

حمدیہ کچھ نہ بولا۔ پھریلی پھریلی آنکھوں سے خلائیں گھورتا

ہے۔

”اب تم نے اپنکا شروع کر دی۔“ سعیدہ نے بے حد

خکل لجھے میں کہا۔ لیکن حمید اسی پوز میں نظر آتا رہا۔

پھر ڈاکٹر سعیدہ کے پڑے پر بھی بیڑاڑی کے آثار

دکھائی دیں گے۔

وہ اچھی خاصی قبول صورت بھوکی تھی۔ لیکن طبیعت کا

بھلی پن اسے کہیں بھی مقبول نہیں ہونے دیتا تھا۔۔۔

اپنا حمید کو حیرت تھی کہ وہ اس وقت ریشمی سائز میں

بڑی ڈگری لئی چاہیے تھی۔

موٹے اور بھدے فریم کی عینک لگاتی تھی۔ اور بے

ہنگم سے بے ہنگم لپاں میں پر رہتی تھی۔۔۔

اپنا حمید کو حیرت تھی کہ وہ اس وقت ریشمی سائز میں

پچھے دیکھ رہا ہے جو کہ اپنے کریں کر سکتی تھی۔

چیزیں دیکھنے کا ایک بھروسہ ہے جو تم لوگوں کے ساتھ

رہتی تھی۔“ اس نے حمید سے پوچھا۔

”وہ کیمانڈ اٹیں لیکم حاصل کر رہی ہے!“

”کس کے خرچ پر؟“

”کرنل صاحب کے!“

نے جھنجلا کر کہا اور حمید نے جیب سے روپال نکال کر ناک پر

کے لئے بھائیا کہا ہے۔ اسے ذہنی۔ آئندہ۔ جی صاحب کی عمر ان

۱۷۰

”نیزیں تمہیں چنان لڑے گا۔“

اپ سے ورواز سے پر دشک دی جی۔ ”
”بالا! انہوں نے ورواز کھولا تھا اور مجھے بھی بھی
۶ گھوول سے دیکھتے رہے تھے۔ میں نے ان کی طبیعت کے
نک کر کر وہ خود ہی کروتے باہر برآمد نہ ہوں۔“ محمد نے کہا
اور دوبارہ اوپر جانے کی تاریک ہی میں تھا کہ سعید ہبولي۔
”مگر یہ حقیقت ہے فرید کی صاحب نے ہمیں ذیلی کی
عالات کے بارے میں پچھے نہیں بتایا تھا۔“
”اب“ معاشر اللہ میاس کو ریخت کر دیکھئے تو باہر
جیسا کہ مطلوب تھا اس طرح کیوں مسکرا لے؟“

بودا..... میں کسی سیجن بیس دلائل میں کوئی ”
”..... اس کا ذہن نیند سے بو جھل ہو رہا تھا..... اور وہ کری
کا..... اس کا ذہن نیند سے بو جھل ہو رہا تھا..... اور وہ کری
ہر بیٹھے بیٹھے ہی سوچانا پاہتا تھا۔
اور کھم ہوا بھی بھی..... پتھر نہیں کیوں سمجھدا نے بھی
بھی مناسب سمجھا کہ اسے سوچانے وے۔
پتھر کے کام کا کام آئی، بھمی ۱۱۲

”تھے لوک خود ہی کئے تھے ضرور کے۔“
”بیل اواب پھر بچکائے..... قوم ایک بار از ادھر جائے تو“

”خدا کے لئے بھیں بیٹھنے کا بند و پست کرو!“
”لماں (کہ) رہا تھا برادر کا ایک گردہ خالی ہے..... بھے

میں توان کی ہو گئی ہے اسیت کی حادیت سے متاثر ہوئی۔

ایک میراں کے لئے تینیں ایک جگہ پر اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر رہے تھے۔

”اے جوں ہوں“ وہ کسی سوچ میں کم ہو گئی۔
”اے ای۔ آن۔ بی۔ کے کرے۔ کے برابر والا کڑہ

لے کر اپنے بیوی اور بیٹے کا بھروسہ دے دیا۔ اسی سر سے میں بھی ہوئے۔

کی ہو۔ ”

”کے دھنی کر دیں گے۔“

۱۰۷۶۱) کے شیش

نے جھنجلا کر کہا اور حمید نے جیب سے روپال نکال کر ناک پر

صلح اور فرمائیں کہ وہ بھی فریدی ہی کی پیشی ہوئی تھی۔
اس کا زمین ایک بار بھر الجھے کیا۔
فریدی نے تو کوئی بات واضح چنانی ہی نہیں پہنچی۔

۵- ”میں نے یونہی خواہ مخواہ رہو والے رکھے رہنے کو تو نہیں کہا تھا۔“ سعیدہ پھر کڑا کڑا ای۔

تینی بارش کی صورت میں ان سڑکوں پر حادثات کا خطرہ رہتا
ایک جگہ فراستور لے گاڑی روک دی اور انہیں بتایا کہ
جیسی نہ ہبھی پہاڑیوں سے گزرنی رہی۔
سعیدہ اسے گھورے جا رہی تھی۔
جگہ بولا نہیں۔

اس اعلان پر حمید کو دھار جیکیں میں اور آنکھیں۔

سعیدہ نے اسامنہ بنائے تیکھی رہی۔ وغیراں نے پیٹ کر کہا۔ ”کھانے اب بھی نہ بتاؤ گے؟“

”خود کہے میں گے جمل کر۔“
”کیا؟“ سعیدہ نے آنکھیں نکالیں۔

”بدرش کا پانچ مجھ سے نہ پہا جائے گا۔“ حمید نے دونوں
ہاتھ کا نوں پر رکھ کر کہا۔

”میری بھتی ہوں، مجھیں اس پر حصی بجور لے دوں می۔“
”اے تو اب کوئی مار دتے نہیں اے“ جیہد جھلا کر بولा۔

خاموش ہو گئی اور کھڑکی سے پاہر دیکھنے لگا۔

پس پڑھ دیں یہ بعد بار تسلی کا زور کم ہو گیا اور پیاسی پھر رکت
ہی۔

پھر لیضاں ہو مل تک بچے سڑ خاموشی ہی سے طے ہو

بیوں بیوں نہیں کہا جائے ہوئے ہوئے اگے اگے

پہنچے کا۔ تمہیر مونگر احمدیہ بیوی نہ رہی دوسرا ہے ہوس دی

تھا..... میں نے ان کے فریب ہی ایک میز اپنے لئے بنتے
کی اور اس طرح پہنچی کہ تم دونوں ایک دوسرے کو دیکھ
پہنچیں..... انہوں نے مجھے دیکھا..... مجھے میر کی طرف متوجہ
ہیں ہوئے اب تھا کیا کیا جائے؟ ”
مجنوب کر پہنچ کیا۔ وہ اسے سوچنے والی نظر وہ
مجید بھل کر پہنچ کیا۔ ”مجب تونجھے بھی تشویش ہوئی چاہیے؟ ”
سے دیکھتا ہو ابوالا۔ ”مجب تو مجھے بھی تشویش ہوئی چاہیے؟ ”
”کام مطلباً.....؟ ”

وہ اٹھ کر سیدھا سی کی طرف آیا.....
”کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟“ حمید نے اس کی بھرائی
کرنے کی آواز سنی۔ حمید تو پہلے ہی بوکھلا کر کھڑا ہو کیا تھا.....
”مگر میں کیا کر بولتا ہو۔“ آپ کیافزار ہے ہیں؟“
”میں پوچھتا ہوں کہ..... کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں.....
بیٹھ جائیے۔“

اور حمید کے بیٹھنے سے پہلے خود کریم ٹھینک کر بیٹھ گیا۔
حمدہ رکھنے والے عجائب کی سر ایسکی طاری ٹھی..... وہ سورج
بھی نہیں سکتا تھا کہ بھی اس کا ذمی۔ اُنہی اسے اس طرح

ذی۔ اُنی۔ جی اسے اپنے کرے میں لالا۔ اور کی
سند تک خاموش کھڑا۔ اسے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ ”اپ کا
لیا گھردہ ہے جناب؟“
”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح اپنی حیرت کا
انہلار کروں؟“ حمید بڑا براۓ
”میں نے کیا پوچھا تھا آپ سے؟“
”لے جناب میں سماں گھبڑا ہوں۔۔۔ کرتی فریادی کا
بولا۔
”یہ میری بد نصیبی ہے کہ وہ بھی وغیرہ غائب ہو گیا؟“
حمد پھر کچھ نہ بولا۔

”پہنچا جائے!“ بھجوڑ نیچے!“ جمیدہ ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”ای پہنچے ذکری آئی جی
صاحب کے بارے میں مجھے کوئی ایسی وسیکی بات نہ سوچتی
ہے!“

”ای! پہلے کہا سوچ رہے تھے تم... ا،“ وہ اکھیں لکھا کر
ڈالی۔

”کچھ دیکھتے بس اب بات نہ بڑھا پیچے..... مجھے بونگ کرنے
دیکھے!“ جمیدہ نے کہا اور اٹھ کیا۔

ٹھک پندرہ مندر بعد وہاں نگاہ مال میں چلانے کے لئے

مغلب کرے گا۔
بھر حال وہ بھی پتھے کیا۔
”آپ نے میرے موال کا جواب نہیں دیا۔؟“
”جناب عالیٰ! میری سمجھ میں نہیں آئا کہ آپ کے اس
موال کو کیا سمجھوں؟؟“
”موال.....با“ وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے بولा۔ ”تو اس کا
مطلوب ہے کہ آپ نئے بہت زیادہ جانتے ہیں اور آپ کو
میرے اسی موال پر جھرتے ہے!“

سیدہ کو نہ بولی۔
میدھا نے اپنے پیارے سردار کے قریب رک
لیا..... ادھر اور ادھر نظر دوزائی۔ بالآخر زیادی۔ اُلی۔ جی لوکھائی
ویا..... وہ اپنی میز پر تھا تھا..... کھانا کھا چکا تھا لیکن ویر نے
ابھی برتن پیش کیا۔ اسی برتن پر کھانا تھے۔

”جی ہاں.....!“ حمید نے سر پلا کر کہا۔ ”جسے حیرت
کیا!“
”اچھا بتائیے..... میں کون ہوں میرا کیا نام ہے؟“
”بزرگ میرے بارے باس ہیں.....!“
”خدا کی اپناہ.....! اسی حد تک جانتے ہیں۔“
”خاتب عالی! آپ کی باتیں میرے کہھے میں نہیں آ رہی
ہیں!“
”میں کس قسم کا باس ہوں خدا را بتائیے!“

.....
جیہے اس کے بڑھا۔
زی ۲۱ جی نے اس کی طرف دیکھا۔
جیہے نے ہاتھ انداز کر سلام کیا۔
زی ۲۱ جی نے سلام کا جواب تو دے دیا۔ مگن جیہے
لے اس کی ۲ ٹھوڑیں میں انہیں کے آہار صاف پڑھے۔
وہ پہٹ ٹھاپ خالی میز کے قریب بیٹھے کیا۔
زی ۲۱ جی اسے دیکھے جا رہا تھا۔ جیہے نے دو ایک بار پھر
زی ۲۱ جی کا ۲ ٹھوڑا ایک شناسائی کی
.....

”میرے خلے کے ذمی۔ آئی۔ بھی میں اب.....
”نہیں..... ”زی۔ آئی۔ بھی اچھل پڑا۔
اس کرت میں ذرہ برا بر بھی بناوٹ نہ تھی۔ وہ پڑھ دی رہا۔
تھک پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا رہا۔ پھر
آہستہ سے بولا۔ ”کیا آپ میرے کرے تک جلنے کی رسمت
کو ادا فرمائیں گے؟“
”یقیناً..... جناب عالی.....!“ حمید انھٹا ہوا بولا۔
”تشریف لے پیئے جناب.....“ زی۔ آئی۔ بھی نے
اک طرف نیچے ہوئے کھا۔

لیں جھلک بھی نہ ہائی۔ اس لے ای۔ ائی۔ جی کو اٹھتے ہوئے دیکھا..... اور ہوئے لپجھ میں بولا۔

”شٹ اس پر اپنہ کیت آؤٹ.....“
مہدے لے گلکر کے پھرے پر بھی جھاہٹ کے آڑ
وہ کامٹر پر اتھ چک کر اور کو دیا اور ایک لمحہ توقف
بینہ ہاہر چلا گیا۔
لوگی اس کے پیچے تھی۔
مہدے نے بھی انہیں کی جانب قدماً پوچھائے اور قطعی
کیا کہ سعیدہ بھی اس کے ساتھ ہے۔
لٹکر اور لوگی تو تو میں میں کرتے ساتھ ساتھ چل
تھے۔
مہدے ان سے تھوڑے فاصلے پر تھا.....elan کے ساتھ ہی
اور لوگ بھی ریستوران سے نکل تھے انھیں دہان
لے نہ دیکھ کر ہم اندر چل کر کے لئے۔
”میں پوچھ رہی ہوں“
”اپناراستہ مجھے..... آپ میں کون پوچھنے والی۔“ گلکر
کی آواز آئی۔
محورت نے روشن بند کر دیا تھا..... مہدے نے سوچا کہیں
بات بڑھنے جائے۔
اسے سعیدہ پر شدت سے تاؤ آ رہا تھا۔
آخر دھنی اندازی کی کیا ضرورت تھی۔
اسے اوٹ سے لکھنا ہی پڑا..... نشیب سے اوپر پڑھتا
گیا..... تاروں کی چھاؤں میں میں دھندرے سالے صاف
دیکھے جاسکتے تھے۔
”کیا ہوا کیا بات ہے؟“ اس نے ان کے قریب پہنچ کر
کہا۔
”کیا نہیں صاحب کوئی بات نہیں ہے؟“ گلکر کے لئے

لما مید نے کلرک کو رکتے دیکھا..... لوکی بھی میں جھلاہٹ انجی باقی تھی۔ اور مید اس طرح باشیں جانب والے نشیب میں اتر کوئی غیر متعلق راہ کیسے ہو اور پہاں سے اس کا راستہ کہا تو۔

”میں نے اس لوکی کو روئے نہ تھا۔“ سعیدہ بول پڑی۔ ”ارے آپ تھاضی ہیں یا نہ لڑا۔“

”میں تھاضی ہوں..... اور یہ نہ لہنہیں ایک خاندان ہیں!“ مید نے کہا۔ ”خناہونے کی ضرورت نہیں..... کیوں شکلیہ کی بات ہے تمہی بھاؤ۔“

”شکلیہ.....“ کلرک اور لوکی کی زبانوں پرے بیک وقت لگلا..... یعنی دونوں ہی کے لجھ میں چھرتے تھی۔ ”ہاں شکلیہ..... میں تمہیں اپنی روح کی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔“ مید بولا۔

”م..... ب.....“ کلام بیٹھا کر میں کہا۔

اسپنچ میں اگلے ہاؤس کی "لارک" دروناک آواز میں
میں پھنس گیا ہوں۔ آخوندہ تو گ پاہنچ کیا ہو؟
”تم جیسے چاپ بھال سے پھٹے جاؤ۔“ محمد بولان
”تمہاری بیوی کے ک تم شکریہ بیوی و فادر لارک کو اس لئے
جیسی پہچان سکتے کہ اس کا جسم کسی نے پورا کیا ہے..... تم کسے
مجبت کرنے والے ہو کر اس کی روح کی پوچھنی نہیں کر
سکتے۔“
”تم سب دھوکے باز ہو اور مجھے کسی جال میں پھنسانا

چاہے ہو۔ نظر کیز بچے میں بولے۔
”خالیہ تم میرے ساتھ چلو۔“ حمید بولے۔
”کام طالب؟“ سعیدہ غرائی۔
”آپ خاموش رہئے۔“ حمیدہ سخت لمحہ میں بنا۔
”آپ لوگ کون ہیں؟“ لوسی لے کر اپنی ہلکی آنکھیں بڑھانے لگی۔

سعیدہ بھی اس کی طرف متوجہ ہوئی!
وہ لڑکی کا ذمہ پر جھپٹی ہوئی ظرک سے گفتگو کر رہی
تھی۔ ونڈھا اس نے گلارک کے منہ پر ایک ہاتھ جھاڑ دیا۔
”ہاتھ تری کی.....“ سعیدہ اپنی چھپل کر بولی۔
دوسرے کی طرف کا ذمہ گلارک بھی کرسی سے اٹھ گیا تھا۔
”تم کہاں مل ہو گئی ہو؟“ وہ ہزارے
”خوب ہو گئی ہو۔“ لڑکی بھی۔

”جیلی جاؤ بھاں سے۔“
”میں تمہارا خون لیں لوں گا۔“
”جس کہتا ہوں..... پوپیس کو بلا لوں گا۔“
”بلاو پوپیس کو۔“ وہ چینی۔ ”میں شکریہ ہوں..... شکریہ
ولیں..... شکریہ ہوں اتم نے بھردھو کر دیا۔“
لوگ میزوں سے اٹھ اٹھ کر کاؤنٹر کے قریب جتھے ہو
نے لگے۔
”حمد نے بھی اٹھنا چاہا..... لیکن سعیدہ غرائی۔“ پہنچے
”اب اگر کلارک نے بھی اسے تھہیر مار دیا تو اس کی
ہوا۔

دی نہیں پہچان سکتے۔ ”

مرے بے بنی سے میں اور رات دی رہا تھا۔ اُم پڑھ رات یقین فرمائیں کہ میں نے اس لڑکی کو آج سے پہلے بھی نہیں دیکھا۔ ”تو مجھ سے کہا کر تھا کہ اگر تمہاری صورت بھی منع ہو جائے تو میرے دل کی دھرنے کیں مجھے تمہاری ہی طرف لے جائیں گی۔“ میں یہیں نہیں جانتا۔ ”گرے حق پھاڑ کر چھپا۔

اٹھے میں بائیگیں جانب کا دروزہ ھلا۔ اور ایپ ور از نہ
اوی اس سے گزر کر ان کے قریب آکھڑا ہوا..... چند لمحے
ان کی بک جھک منوار ہل پھر کاونٹر کلر ک سے تیز لپجھ میز
بلال۔ ”احماد..... اور پاہر چلے جاؤ.....“
”مج..... جناب عالی..... یہ بالکل جھوٹ ہے!“ کلر

سکو گے۔ ”تم کی طرف بھی میرے اس الزام کی تردید نہیں کر سکی۔ ”اچھی بات ہے، ”حمدہ ٹھنڈے کی سانس لے کر بولا۔ ”تو بھی سکی.....“

”میں نے تمہارا تقاضہ کیا تھا۔“

”اے تو اس کی کیوں خصوصیت محسوس ہوئی تھی؟“

”اگر کسی پر ٹوپ کو کسی نئی گہر تباہ چھوڑ دیا جائے تو وہ اور زیادہ پیور ٹول ہو جاتا ہے،“

”لہذا آتے اور نہادہ پر ٹوپ نہیں ہونا چاہیں،“ ”حمدہ

بھنا کر بولا۔
”کیا.....؟“ وہ ہاتھ سے نوالہ رکھ کر اسے گھوڑنے
لگی۔
”بات بات پر گھورنا جنگلندی کی علامت نہیں۔“
وہ پوچھ دیکھ خاموش رہنے کے بعد بھے کے لپجھ میں
بولی۔ ”مچھے علم بہ کہ آپ بڑے حاضر جواب اور بذار مع
وائع ہوئے ہیں..... لیکن میں اس کی عادی نہیں۔“
”نمودار، سماں، حمدہ اُنھیں اکھلا کر بولا۔“

”فضولِ باقی نہیں..... تم اس قابل نہیں کہ تم سے
بے!”

بابت بھی میں جائے انتسعید، عمر انی اور پھر اپنی پلیٹ فل صرف
متوہج ہوئی۔
جیسا کہ جیسا کہ بابت نہ بڑھے تو بہتر ہے.....
ویسے اکل نے تہیہ کر لیا تھا کہ اگر اس نے بہت زیادہ بور کیا تو
وہ انہا صلروٹ پر آ جائے گا۔ احترام کی بھی حد ہوئی ہے۔
وہ کھانے میں دیر لگاتا رہا
سعیدہ نے جلد ہی اپنی پلیٹ صاف کر دی تھی.....

کھانے میں بھی اس کا برو ہمین انداز برقرار رہا تھا۔
”عورتوں سے بھی بدتر“ وہ پچھہ دیر بعد پر اسلامہ بن کر
بڑوائی۔
یعنی جید کے کان پر جوں نہ رہی..... وہ اسی طرح
آہستہ آہستہ کھاتا رہا۔ یعنی پہلے اب وہ کاؤنٹر کے قرب
کھدا کا اہو اُساں کو کسی کو سل گھوڑے بھی حارہا تھا۔

سکو گے۔ ” تم کی طرح بھی میرے اسی اذام کی تردید نہیں کر جو ہے، میرے ”حمد و شکر“ کا اسلام اپنے کروالا۔ ” تو

بھی سکی..... ” میں نے تمہارا تقاضہ کیا تھا۔ ”

”اے آں : اے سے قہقہ نہیں ، جسے ناہ اپنیں اے“ جو
وہ اور زیادہ بیوی کوں ہو جاتا ہے ہا۔“

بھنا کر بولا۔ ”کیا.....؟“ وہ ہاتھ سے نوالہ رکھ کر اسے گھورنے

لی۔
”بات بات پر گھورنا مغلنہ کی علامت نہیں۔“
وہ پکھ دیر خاموش رہنے کے بعد جس کے لیے میں
بولی۔ ”جسے علم ہے کہ آپ بڑے حاضر جواب اور بذار سعی
وائے ہوئے ہیں..... پس انہیں اس کی عادی نہیں۔“
”نمودار... سماں...“ حمدہ انھوں نے اکھڑا کر بواز

بابت بھی میں جائے انتسعید، عمر انی اور پھر اپنی پلیٹ فل صرف
متوہج ہوئی۔
جیسا کہ جیسا کہ بابت نہ بڑھے تو بہتر ہے.....
ویسے اکل نے تہیہ کر لیا تھا کہ اگر اس نے بہت زیادہ بور کیا تو
وہ انہا صلروٹ پر آ جائے گا۔ احترام کی بھی حد ہوئی ہے۔
وہ کھانے میں دیر لگاتا رہا
سعیدہ نے جلد ہی اپنی پلیٹ صاف کر دی تھی.....

کھانے میں بھی اس کا برو ہمین انداز برقرار رہا تھا۔
”عورتوں سے بھی بدتر“ وہ پچھہ دیر بعد پر اسلامہ بن کر
بڑوائی۔
یعنی جید کے کام پڑ جوں نہ رہی..... وہ اسی طرح
آہستہ آہستہ کھاتا رہا۔ یعنی پہلے اب وہ کاؤنٹر کے قرب
کھدا کا اہو نما ایک لوگی کو سلسل گھوڑے بھی خار رہا تھا۔

ہاتھ مار کر بولا۔ ”آپ میری بات کا جواب دئے جائے گا“

”فرمائیے جناب۔“ حمید نے بہت سی اس کا ہاتھ اپنے اسے روکنے لگا۔

شانے پرستہ ہٹانے ہوئے کہا۔

”آپ کا اس لرکی سے کیا تعلق ہے؟“

”وہی جو ایک آپبزادہ کا ایک عامل سے ہونا پڑے گا۔“

”کہنے کیلئے میرا جسم بدل گیا ہے۔“

”اس بنا پر آپ اسے آپبزادہ سمجھے۔“

”ارے انہیں ہوش میں لانے کی تدبیر کرو۔“ ایک بڑا کی بولاء۔

”جی ہاں۔ آپبزادگی سمجھئے اسے۔۔۔ ملہر چھے۔۔۔“

”یعنی حقیقتاً شکلید ہے۔۔۔ میں شکلید کی روشن نوراں میں حلول کر سکتی ہے اور نوراں کی روشن شکلید میں۔۔۔ اسے اب لے دلوں ہی کو دیکھنا پڑے گا۔“ حمید لان کی طرف مذاق ز سمجھئے۔۔۔ میں بہت دنوں سے اس جنم کے تھابت

”اے حسنا۔۔۔ اسکے کام سے بچتا ہے۔۔۔“

”اے بہر کرم ان سے دوری ا رہئے۔“
”بکھری مریضہ نے جنابا!“
”بکھری ہو... یہ پوپیس کیس ہے،“
”بکھر کر دے بولا۔“
اس کے دللوں ہامٹھے پتوں کی جیبوں میں تھے.... اور
اٹھیں۔ بندہ آہتہ بندہ ہوئی جارہی تھیں۔
کہ، اس کے علوں سے بیب سی آواز لٹلی۔ دونوں
گلابیں کی بیبوں سے کھل کر ہمہ رے پر آئے اور پھر وہ
دو سعیدہ کو کھنڈتا ہوا باہر نکلا چلا گیا۔
سبھائی کا... شب بیش...“
وہ سعیدہ کو کھنڈتا ہوا باہر نکلا چلا گیا۔
باہر نکل کر بھی اس نے سعیدہ کا تھے نہیں چھوڑا تھا۔
اس کی رفتار خاصی تیز تھی اور سعیدہ تو کوپیا اس کے
سامنے گھست ہی رہی تھی۔
کلی تاریک اور نیم روشن گلبوں سے گزرنے کے بعد
پھر وہ اسی سڑک پر بیٹھ کے جو ہو عمل فیضان کی طرف جاتی
تھی۔
سعیدہ بڑی طرح ہانپ رہی تھی۔ ایک جگہ رکنے کی
کوشش کرنی ہوئی منمنائی۔
”اب بھتے نہیں چلا جاتا۔“
سعیدہ کر کے گلے کیا۔
”سیدہ کی سالس پھول کی تھی....
”ہمال سے بیشان کا ناسدا تقریباً چار میل ہو گا۔“ سعیدہ

بجنوں لی ہوئی بولی۔
”لوراں کہاں ہے.....“ میرن اس کا گریبان کہو کر
یہ سکلے در پیشی ہی تھا کہ قدموں کی چاپیں سنائی
دوں کی۔ ”سرسر..... سرسر.....“
اندر گھٹی جعلی گئی۔ لیکن کمرہ خالی تھا۔
اس نے سکل خانے کا دروازہ کھولا۔ وہ بھی خالی تھا۔
اب وہ جھلا کر لوکی کی طرف ہڑکی۔
”باتاونوراں کہاں ہے ورنہ میں پوپیس کو اطلاع دے
جسے میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں..... کیسے یقین دلوں با!“
پھر پڑوسیوں کی ایک لوکی نے بتایا کہ آج صبح اس مکان
میں اسے ایک ابھی لوکی ملی تھی جو خود کو شکلہ باور کرانے
کی کوشش کر رہی تھی۔

”اوہم ہٹو۔“ میران اسے ایک طرف و ھکیلیتی ہوئی
اندر گھٹی جلی گئی۔ لیکن کرہ خالی تھا۔
اس نے سسل خانے کا دروازہ ھولा۔ وہ بھی خالی تھا۔
اب وہ جھاکر لاکی کی طرف ہڑی۔
”بیتاً نور اس کہاں ہے ورنہ میں پوپیس کو اطلاع دے

جنہوںی ہوئی بولی۔
”سرم.....“ لڑکی کو بھی غصہ آگیا۔
”مارتے مارتے جیسے بگاڑ دوں گی۔“ میرن نے بھر
کر بیان کیا۔
بھر فراہی کی دیر میں وہاں اجھا خاصہ ہڈو گیا۔....
زس نوراں آئیں میں انہیں ٹھکل دیکھ کر بچاڑیں کھاری
ھی۔
ولعثاً ایک تازہ وارد زس نے کہا۔ ”یہ نو مکملہ ہے.....
کوڈن ہنی ٹریڈر س کی نائیٹ۔“
بھر اس نے یہ بھی بتایا کہ وہ اس کی قیام گاہ سے واپس
ہے۔ نوراں مسحور ہو کر رہی تھی۔
وہ لوگ اسے جہاں لے جاتے چلی جاتی۔ ایک بار اس
لے کچھاں ہوئی آوار میں صرف اتنا ہی کہا۔ ”بلاشہ میں
دوراں ہیں معلوم ہوئی۔ لیکن اسماں پاپ کی قسم میں نوراں
ہوں۔“
بات کھلائی رہی۔.... نوبت بے ایں جاری سید کے ایک
ہالیں سب ان سکر وہاں طلب کر لیا گیا۔
اب شام ہو چلی تھی۔
لے یہیں والی بات اس کے علم میں آئی اور اس نے نوراہی
لزس کے ہاتھے ہوئے پڑھ لے جانے کا فصلہ کر لیا۔
اس بھتی میں بھج کر زس نے ٹھکلہ کے مکان کی
نشاندہی کی۔
پڑھوں نے بھی نوراں کو ٹھکلہ کی بیانیت سے پہچان
لی۔ ”..... لیکن وہ براہ میں کہہ جا رہی تھی کہ وہ بھی ان
اطال میں آئی ہی نہیں۔
مکان کا دروازہ مغلی تھا۔
ہالیں نے پڑھوں سے تقدیریں کے بعد دروازے کا

جید نے موسوس کیا کہ سعیدہ گانپری ہی ہے۔
”میری ایک تجوہ ہے۔ اس نے کہا۔
”کیا؟“ سعیدہ نے زمین پر جگہ میں پڑھا۔ سردی نے غالباً
داغ ٹھنڈا کر دیا تھا۔
”ہم اندر چل کر کافی نہیں..... اور کسی ایسی کو
است بٹانے کی کوشش کریں جو ہمیں ہول فیضان تک
کھلاے..... مہال بہت کی گاڑیاں پار کیں۔“
”کوئی رنج نہیں۔“ سعیدہ بولی۔
”دو لوں تاہم کلب میں داخل ہوئے۔
مال میں فلور شو جاری تھا اور زیادہ تر میزیں آباد
ہیں۔“
ابوں نے بینتی کافی طلب کی۔
”اسے خاصی دلکشی تھی۔ جید ہال میں داخل ہوئے
”اوغایا ایسے آہنی غل بھی نہ شایع کرس۔
”نہیں! اسے مرض نہیں کہہ سکتے!“

”اوی پیر مسونی طور پر طویل التفاصیت اور تیکم تھا۔
جید کو قاسم یاد کریں گے ایک دن وہ بھی اس کا مقابل نہیں ہو
سکتا تھا۔ جید کا خیال تھا کہ اس کا تو کم از کم سات فٹ ضرور
ہوا کا..... ساتھے اپنی پہلیاً بھی کم نہیں تھا..... شانو کو چڑھانی
لئی اپنے کم نہیں معلوم کروں گے۔
سیدہ ناظری اسے نہیں دیکھ سکی ہے۔
”اب تمہاری کافی تندی ہو رہی ہے۔“ افسوسیدہ لے
اسکے لارڈ ایا اور وہ جو گکر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔
”میں کسی رہی ہوں کافی تندی ہو رہی ہو۔“
”میں لے سوں ایسا ہے۔“ جید لے مال اس کی طرف

بھاں اس سرک پر انہی میرا تھا۔۔۔ جمید نے اپنی ناک کے تنقنوں سے اپنے نگہ نکال کر جیب میں دوال لے گئے جنہوں نے فوری طور پر اس کی حکمل میں نمایاں تہریلی کی تھی۔

”جلے“ جمید نے اسے ٹھوکا دیا۔

”جھمپے..... جمید نے اسے ٹھوکا دیا۔

”جھمہر و..... مم..... مل..... بری مرح ہانپ رہی یا مطلب؟“

”مطالب بیہ کے پورب نہیں پکھتم.....“

”اوہ تم کتاب بتا رہے ہو۔“ وہ دانٹ ڈیک کر بولی۔

”کیا روانگی سے پہلے آپ نے مجھ سے لو جا تھا۔“

”کیا فرق ہوتا ہے۔۔۔ جلتی بھی رہتے اور ہاتھی بھی ہوں۔“

”سچے…… بھالی و میںی ملٹے سے رہنی۔“
”تم نے پھری چھوڑی کیوں تھی۔“
”وہ رکھ پر تیار نہیں تھا…… بھال تو چلگی نہیں اپی
میں تمہاری شکایت کروں گی!“
”بھولے بھکلوں کو راستہ بنا نامیرے فراض میں داخل
نہیں ہے۔“
”اچھی بات ہے!“ وہ سخت لہجے میں کہہ کر پیش اور بڑی
تیز رنگی سے مخالف سمت میں چل پڑی۔
حمد بھی اسی جانب ہڑا۔
لیکن وہ زیادہ درونہ چل سکی۔…… پھر رک گئی۔
”خیک جاری ہیں…… خیک جاری ہیں…… خیک
”کچھ کچھ بھی تو!“
”کچھ دیکھ لیاں تھیں کرم لینے دو“ وہ جھلا گئی۔

مید بیب سے پاؤں ناں رہا پہا من سہاد و مرستہ تھا۔
پہلے کی پہنچے درد ان سعیدہ نے تھیں اسے ہوئے تھے۔
”کیا میں حمید اب میں تمہیں مار بیٹھوں گی۔“ وہ جملہ کر
بھی۔
حمد کچھ کہنے تھی والا تھا کہ مخالف سمت سے کسی گاڑی
کے ہبھی بیب پھے مچکے..... اور پھر وہ پوری طرح دکھانی دینے
کی۔
حمد اسے روکنے کے لئے ہاتھ اٹھائے ہوئے سڑک
کے کنارے ہو گیا۔ سعیدہ بھی اس کے قریب ہی کھڑک آئی
تھی..... حمید ہاتھ ہلا ہلا کر گاڑی کو روکنے کے لئے اشارہ
کر تارہ۔
بس ان کے تربیب ہی اگر رکی لیکن ذرا سُور نے بتایا کہ
وہ ہوٹل فضان کی طرف نہیں جائے گی۔
”جہنم میں کیوں نہ جائے..... پہل تو نہیں چلوں
کی۔“ سعیدہ بڑ بڑائی ہوئی بس پر پڑھ گئی۔
پھر وہ کریںٹ نائزٹ کلب کے تربیب اترے..... اور
بس شمال کی جانب مرکزی تھی۔
”اب کیا صورت ہو گی۔“ حمید نے سعیدہ سے پوچھا۔
”دیکھا جائے گا۔“ سعیدہ نے لاپرواہی سے کہا۔
”مید اس کے بیچھے چلنے لگا۔

نے فوری طور پر اس کی حمل میں شامل تھے جس کی نتیجے میاں اس سڑک پر اندر پہرا تھا..... محمد نے اپنی ناک کے نتھوں سے اپنے ٹکھے نکال کر جیب میں ڈال لئے جسکو

”میں پیدا نہیں ہوں گی۔
”اچھا تو تمہرے اپنے میلے قیام فراپیجے..... میں جارہا
ہوں۔“
”کہہ کہہ بھی تو“
”کہہ دیکھاں تھمہ کر دم لینے دو“ وہ جھلانی۔

بیکھ بہت کیتی۔

”میرا، پیدا کر کے چڑھا۔“
”تمہاری تھلی.....!“
”میں فی الحال بکرگئی ہے!“
”جیک ہو گئی۔“
”الحمد للہ.....!“

”مولانا کہ جن ہے..... ہو سکتا ہے میرے دم بھی
کھل آئے۔“
”پہلی صدی سوچید کی سے گفتگو کرو۔“

میدے نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور پاپہ کے کوش پیٹھا رہ۔ سعیدہ کچھ دیکھا خاموش رہی۔ ”جہنم میں جاؤ“ کہتی ہوئی اس کے بڑھ گئی۔ میدے اس کے پیچے چلنے لگا۔

پکونے کی کوشش کی تھی،“
”شاید میں نے بھی اسے ایسا کرتے دیکھا!“
”وہمیر یہ تو ہمارا پڑا ہے اور شیلا غائب ہو گئی ہے!“
”تو سکتا ہے کہ اسے اور کوئی پکوڑ لے سکتا ہو۔“
”لیکن..... یہ کیوں ہے ہوش ہو گیا؟“
”ہو سکتا ہے اس کے اس طرح غائب ہو جانے پر اسے
اوہ خود کا ذریعہ کیا کہ وہ کرے میں جائے...
”اپ تو ہمیں کیوں ہو گئے جناب!“ سب انکو
ٹھوڑی سمجھ میں کہا۔ ”اپ نے اپنا نام فاکٹر زینو بتایا تھا.....
یعنی یہاں کے رجڑ میں ساجد حمید درج ہے۔“
”میں نے اسیں۔ اسیکو زینو بتایا تھا..... ساجد حمید زینو!“
”یہ زینو کیا چیز ہے؟“
”کیا میں آپ کا نام اپنے کی جرأت کر سکتا ہوں!“
”ضرور..... ضرور..... وہ زبریے انداز میں سکرا کر
مال۔“ مسلم بھٹی یہاں شیطان کی طرح مشہور ہے۔
”ہال..... شیطان کا نام بھی مرے لئے نیا نہیں ہے۔
”لے میں میں کے اندر اندر وہاں مر فیکی سوت پڑا رہ
لے گا۔“
”لے میں میں ہماروں طرف یہ بات ہمیں گئی کہ بے
اوہ میں دلدار یہ کھل آؤ بھٹی پھر رہا ہے۔“
”لے میں میں کے اندر اندر وہاں مر فیکی سوت پڑا رہ
لے گا۔“

کر دیکھا۔
دیو بیکر یا تو کہری نینہ سورا تھا اپنے ہوش تھا۔
بہت سے لوگوں کی بیک وقت کنٹھوں سے ہال کو بخوبی لگا۔
”خدا کی پناہ یہ تو دیو ہے دیوا“ سعیدہ محمد کا شانہ ہلا کر
بویا۔
محمد اس کی طرف لوچ دیئے بغیر اس دیو کو ٹھوڑے جا
با تھا۔
”شیلا۔ شیلا۔ تم کہاں ہو؟“ غائب ارتقاص کو سکسی نے
پیلا۔
”شیلا۔ شیلا۔“ کی
اوازیں دیں۔۔۔ اور پھر چاروں طرف سے ”شیلا۔ شیلا۔“ کی
اوازیں آنے لگیں۔
اسے مٹا لش کرنے کے سلسلے میں لوگوں کا ہوش و
زروش بڑھتا ہی جا رہا تھا۔
زراں کی دیر میں دیو بیک اوری کے قریب سعیدہ اور
محمد کے علاوہ اور کئی بھی نہ رہا۔
”دیکھو یہ پہلے اس نے رقصہ کو کہونے کی کوشش کی
تھی۔“ محمد نے سعیدہ سے کہا۔
”امحلا“ سعیدہ کے لمحہ میں جھرت تھی۔

”میر وہ چند سے سے گئے جاؤں رہا بڑا۔“ آپ ”لیکن رواصہ کہاں گئی؟“

اسنے میں ایک آدمی ان کے قریب آکر کھڑا ہوں۔

”سچا ہے آپ کے ساتھ ہیں؟“ اس نے محمد سے کہا اور

بجھل پورا کے بغیر ہی اس بے ہوش دیوبندیکر کو خود سے دیکھ لگا۔

”تھی یا نہیں..... یہ ہمارا ساتھ نہیں تھے۔“ محمد بولا۔

”جانتے ہیں آپ انہیں!“ اس نے محمد کی طرف

دیکھ بغیر لوٹا۔

”جی نہیں.....!“

”ایس پہلے اس اڑا.....!“

”ایس لالا! ایسا اور باہر نکل ۲ تھے۔“

”لیکر اپنی کمودری تھے۔“ سعیدہ بولی۔

”درود!“ عطا ڈاکٹر اصل کیا لیے ان میں سے کوئی بھی

”کیا مطلب؟“

”ایس۔ ہی۔ کراائز مسٹر لطفی سے علیک سلیک!“

”جلدے۔“ سب اپنکو نزدیکی سے علیک سلیک کے

لے کر کھا۔“ مگر اس کلب کا مجھر ہوں!“

”بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر!“ محمد نے مصالو

کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”الا!“ عطا ڈاکٹر مل سے ریا وہ اصل نہ ہو گا وہ مل

ہے اضافہ کی سے کہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ محمد کو پکافروں

بجھ رہا ہو۔

”ایس۔ ہی۔ کراائز۔۔۔ مسٹر لطفی۔۔۔ جیز۔۔۔ کھری ہیں

کمر کے بڑے۔۔۔ ہوں۔۔۔ ہوں۔۔۔ ہوں۔۔۔ تھری ایں

جیز سنی جھی؟“

”جی ہاں!“

لوکی کی بھی بڑی تیز تھی۔
محمد نے کہا۔ ”جس وقت سے مہاں وہنگا ہوں کسی اپیے
اوی سے ملا قات نہیں ہوئی جس کے جسم میں اس کی اپنی
روں ہوئی۔“
لوکی اسی انداز میں ہنستی رہی۔
”نہو نہیں..... میں اس وقت بہت پریشان ہوں.....
لے ایک کرہ چاہیے!“
ایک بیوں؟“ لوکی نے تمہارا نامہ انداز میں پوچھا۔
ایک لوکی بھی ساتھ چکر کا کاب سالا
میں دو تین ٹھنڈے کی پندرہ لے سکا۔“
”میں ہر اختیار سے حیرت انگریز ہو گئی ہوں۔“
”میں کیسے یقین کر لوں؟“ محمد سر ہلاکر بولا۔
لوکی اپنا پس اٹھا کر اس میں پکھوڑو نہ لگی۔..... پھر
کچھی نکال کر محمد کی طرف بڑھا دی اور بولی۔“
”کہا کہا کہا ہے،“

مالک نے دونوں سے باہر نکل جانے کو کہا..... وہ یہ بھی کہ رہی تھی کہ اس کی بھل ضرور بدلتی ہے لیکن وہ شکلہ کے تکمیل کارک اپنا سر پیٹ رہا تھا کہ وہ اسے شکلہ کے پیلے تکمیل کر لیا۔“
”اپنے بزرگی کے لامبے میں جمرت تھی۔
”سماں کرنا..... بات بھی تو ختم کرنی تھی کسی مرحوم نے
وہ تو اپنے اس بولائے فرینڈ کو جان سے مار دیئے پر آمادہ ہو گئی۔

اس سے تمہم ہے۔ میں نے اس خیال سے صرف ایک ہی
اصل کیا تھا کہ وہ اپنے بات کے ساتھ رہے گی۔ لیکن
لے اتے پہچانئے تے الکار کر دیا۔ کیوں کہ اس کے جسم
یوری اوری رون حلوں کر گئی ہے۔ کہتا ہے کہ اس کا جسم
تمہیں کر لے رہا ہو گیا۔ ”
”اوہ..... تو یہاں بھی کوئی ایسا موجود ہے!
”ابد ڈیکے سب ہی اپسے نظر آئیں گے۔
”اوہ..... اور وہ لڑکی ایک ہی کرے میں قائم نہیں کر
کر کا بہر معلوم کر کے وہ وہاں سے چل پڑا تھا۔
لڑکی غاصی دلکش تھی۔ حمید اسے یوریہیں ہی سمجھا
تھا۔ لیکن اس نے پڑی شستہ اور حکمت اردو میں اسے اور
اپنے اصل جسم میں نہیں۔
”اُن سے اب تے کرے کے حصول کے بارے میں
ہی تمہی کی کہانی سنائی تھی۔ باور کر اٹا چاہا تھا کہ وہ خود بھی
حمد پڑھ دیر بعد اس کی مسہری پر جت لیٹا ہوا بڑا بارہ
خدا۔
”اوہ..... اصل ہے ہذا کہ اتنی رات گئے ہمارے
لیے ہے کہا تاں دہ بیس بنے۔ اہر تے آنے والے یا تو
خدا۔
”اوہ..... اصل ہے ہذا کہ اتنی رات گئے ہمارے
لیے ہے کہا تاں دہ بیس بنے۔ اہر تے آنے والے یا تو
خدا۔
”اوہ..... اصل ہے ہذا کہ اتنی رات گئے ہمارے
لیے ہے کہا تاں دہ بیس بنے۔ اہر تے آنے والے یا تو
خدا۔

لیکے ساتھ اپنے بھائی کو پہنچانے کا انتہا تھا۔ مگر اس کا نتیجہ یہ تھا..... یعنی کیا یہ بھی ضروری ہے کہ میں ادھوں کا اتنا قبضہ کرتا ہو؟ ابھی سے تمہرے دربار میں آپس بخوبی اور یہ سب پوچھ..... ”

”میں اس کا لامبا سیڑھا رکھ کر بھی مجھ کر سکتا ہو۔ لیکن اس کا سارا سرگزشت اس کا سارا سرگزشت۔“

”میں اس کی دعائیوں کی تکھنی بخی اور فریادِ جہاں تھی وہیں ٹوٹ کر دھکی۔ ہاتھ بوسا کر ریسیور اٹھایا۔..... دوسری طرف سے لہنی کلر کے بول رہی تھی

نظر دوں سے دیکھتا رہا تھا۔
”بھلو.....“ حمید ماؤٹھہ بیٹیں میں بولا۔ ”کون لطفی
صاحب..... آپ کو جاننا تو نہیں پڑا تھا..... میں حمید بول رہا
ہوں جی ہاں میں بھی ابھی تک جاگ ہی رہا تھا اور آپ
کے وہ آفیسر جو ہماں شیطان کی طرح مشہور ہیں میرے بر
پر مسلط ہیں۔ غالباً ڈاکٹر زینو کو فراز سمجھتے ہیں انہیں
شکیلہ شکیم کر لیا۔“
”آپ نے اُنکی کے لئے میں حیرت تھی۔
سیاکر تا..... بات بھی تو ختم کرنی تھی کسی کی طرح ورنہ
وہ تو اپنے اس بواۓ فریبند کو جان سے مار دیئے پر آمادہ ہو گئی
تھی۔“

اور بھر منہ چلانے لگا۔ جیسے اس طرح کسی خاص قسم کی ارزی
حاصل کرے گا جو اسے ایسیں لبی سے گرفتوکر نے میں مدد و رے
سکے۔

”تو یہ پوچھیں آئیں.....“
”میں دراصل اسے اس کے کمر پھوڑنے کیا تھا.....
وہاں ایک دوسری لڑکی ملی جو خود کو نوراں کہہ رہی تھی!
وہاں ایک دوسری لڑکی ملی جو خود کو نوراں کہہ رہی تھی!

بھر جانے کے لئے اسے بنا لے۔
کے بارے میں اسے بتایا۔
لوگوں کی سوچ میں پروگرامی تھی۔
”تم کیا سوچتے ہیں..... کیا مجھے جھوٹا سمجھتی ہو؟“

”جی..... وہ جو گپ پڑی!“ جی نہیں میں آپ کو جھوٹا
نہیں سمجھتی۔ مجھے بھی ایک ایسا ہی واقعہ یاد آ رہا ہے۔
”او..... ہو..... وہ کیا.....؟“

”جھوڑ کر کے لوگ پہنچ رکھے گئے تھے.....
وہاں ایک لڑکی کسی بڑی کہر کی کھڑ میں کر گئی تھی۔ کھڑ کی
کہر ان اتنی تھی کہ وہ لوگ پیچے نہ اتر سکے اور مدد کے لئے
انہیں شہر جاتا پڑا۔ اس میں آٹھو دس کھنڈ ایک گئے۔ پھر جب

”میں میں مر میں مر جی جی جی اچھا
بھی بھی بہت اچھا لمبا تھا ہے جناب بہت تھی
بہت آگر آپ فرمائیں تو خود حاضر ہو جاؤں بہت
بہت جناب!“

”لیموں رکھ کر اس نے طویل سانس لی اور جمید کی
ملوند کر کھپیاں ہی کے ساتھ کھل۔ ”آپ پہلے ہی بتا
(پھر)“

”خیر کوئی بات نہیں لوگوں کو ہمیا پا ہے۔“
”جی ہاں اسی نے لوگوں کے بارے میں بتایا تھا.....
لیکن آنحضرت اپنے نے اسے ہمکیلہ پیوں تسلیم کر لیا تھا؟“
”لئی کہاں پہنچنے آپ کو شاید ابھی میں صاحب کے

بیت نہ کرنا۔ فلسفی مایہ پر کسی لاکر نہیں۔ ”
”تم نے بہت اچھا کیا۔ اور اس سے زیادہ بات
آپ کو پوچھ رہی تھی۔۔۔ میں نے کہہ دیا کہ مجھے علم نہیں۔“

اسے کیا کرنا چاہیے؟ وہ سوچتا ہے۔
پھر دنھن اس نے جیب سے چالکیٹ کا پکٹ لور پرس
لگالا۔ پرس سے کوئی چیز نکالی جو بارکہ ماروں میں بھی
ہوئی تھی۔ اس نے بوی پھر قیسے مار پھیلا دیے۔ پھر
مار کا ایک سر الپی کالائی کی گھڑی کی چالی سے شلک کرو دی۔
اور دوسرے سرے کی نوک چالکیٹ میں اتار دی۔ جس چیز
کے کرو دیے مار لیئے ہوئے تھے۔ اس کے دل بھی ہاتھ کی ہتھیں
کوئی پیکانی ہوئی۔ قطب نما کی شکل کا کوئی آر تھا۔ اس کی سوئی
نے پیکانی ہوئی بیز رنگ کے ایک نشان پر پھر گئی۔ اور جمید
سے الگ کر کے اسے پھر پرس میں رکھ دیا۔
اس آنے کی نشاندہی کے مطابق چالکیٹ میں کسی نہ
اور چینی کی آمیزش تھی۔
چالکیٹ کا پکٹ اس نے پھر جیب میں رکھ لیا۔
اور اب وہاپنے بغلی ہو لستر سے ریو اور نکال کر اس کے
تمہرے چیک رہا تھا۔

لے گی بھی۔
ریپورٹ اخھاتے وقت اس نے براہما نہ بھایا اخھار
دوسری طرف سے ریٹھائی آواز آئی۔
”عالمیت نہ کھانا چاہتے ہو تو کچھ اور بھجو اؤں؟“

یہیں چلیں گے : جو پیسے بھیجے جائیں گے میرے چھٹا نامہ اپنالا۔ اس وقت کھاتی رہا ہوں

”نہیں شکر ہے..... بھر نہیں آئے گی..... اب

جاوں کا.....، ہمیں بو۔ لہوری ہیں، حالہ پھر
قابوں کی تھیں۔

ریسپور کے دیا۔

کیا وہ صرف ہمیں نہیں معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اسے

چاہیت استعمال کئے یا نہیں..... خلود اندرا پیانی
وہ اس سلسلے میں اپنا اطمینان کرنا چاہتی ہو۔ جید ریس

کر ہمہ مز لی برف آیا اور چاہیت کا ایک پیٹ کوٹ کی اندر ونی جیب میں رکھا۔ اس نے اپنی تکمیل شہر اسوار اتھا اور جو تھے بھی پیش ہوئے تھے۔

”جس طبقہ اپنے دلوں کے قریب جا کھڑی ہوئی۔
اوہ جلدی جلدی منہ چلانے لگے۔
”اوہ اور کارخانے کی جانب کئے ہوئے چند لمحے
کے درمیان میں ہاتھ سے چاکی پیٹ کا پیکٹ نکالتا ہوا
تو زدود گا۔“
”چاکا بیٹ اسپنہ دستوں کو مکھلاؤ.....!“
وہاں پہلی چاکی پیٹ کیتے اور نگاہ دیکھتا رہا۔
پھر ذرا ہی دیر میں انہیں جھومنتے اور لوز کھڑاتے ہوئے
”جی دافت پہن کر بولا۔ اور وہ اس طرح
بھی دیکھا۔

ریٹنے اے تھی ان نظم وں سے دیکھا لوں یعنی ح
ضرورت نہیں۔ ”
کہا۔ ”ریٹا زارگر.....!“ جمید نے بے حد زم بچے میں
کہا۔ ”اب تم ان دونوں کو مسکر کی پر اٹاودو..... چلو ہنگفت کی

..... جاپ کر کی سے اٹھ گئی۔ ایک ایک کر کے دونوں کو مسہری
ٹک لائی..... اور انہیں لٹاؤ دے کی..... ۸۸ سے خون

سچل جیسی نہ - چاکایٹ نہ
ریٹاہر تن سوال بندی حمید کی محرف دیکھ رہی تھی۔
”وہ کاڑ پیٹر سے کہا؟“ حمید نے جھپٹا اور کہا:

اشارہ کر کے پوچھا جائیں۔ سر کو اپنائی جائیں۔

دوں گی۔” ریٹانے انہیں مخاطب کر کے کہا۔
پھر حمید نے انہیں ایک کرے کی جانب جاتے دیکھا۔
ان کے پیڑ لڑکھڑا رہے تھے۔ جیسے ہی انہوں نے کرے میں
داخل ہو کر دروازہ بند کیا۔ ریٹانے آہستہ سے حمید کو مخاطب
کر کے کہا۔ ”اب تم گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔“
حمسد اسی جگہ بیٹھ گیا جہاں پہلے بیٹھا تھا۔۔۔ اب اس کی
پلکیں نیند کے دباو سے بوچل ہوئی جا رہی تھیں۔“
ریٹانے مشین اشادت کی اور گاڑی دروازے سے
گزرتی ہوئی پھر سرگ میں داخل ہو گئی۔
حمد نے دوسرا طرف ہاتھ پر ھاکر پوچھا۔
”اوھر کیا ہے؟“
”میں نہیں جانتی..... وہ دونوں بھی نہیں جانتے۔۔۔
ہمیں حکم ہے کہ اس سرگ میں ہال سے آگے نہ بڑھیں۔“
”بھی بڑھ کر تو دیکھا ہوتا۔“
”ہست نہیں بڑھی۔“
”آخ رکیوں؟“
”پتھ نہیں کیا ہواں کے آگے۔“
”تو تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ لوگوں کو بے ہوش کر
کے یہاں پہنچا دو۔“
”ہاں۔ اس کے بعد کا حال میں نہیں جاتی۔۔۔ وہ دونوں
بھی نہیں جانتے۔“
”اس لڑکی کے باپ کے بارے میں بھی کچھ بتاؤ جو
میرے ساتھ تھی!“
”اے بھی میں نے ہی پہنچا تھا۔۔۔ اس کے ساتھ ہی
ایک آدمی اور بھی تھا۔ دونوں کی واپسی بھی ہوئی تھی اور وہ
دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کو گھوڑا کرتے تھے!“
”دوسرے آدمی کس کرے میں تھا۔“
”ای کے برابر والے کرے میں۔۔۔ پھر وہ اچانک
غائب ہو گیا۔ دونوں سے نہیں دکھائی دیا۔
”آخر ان حرکتوں کا مقصد کیا ہے؟“ حمید نے پوچھا۔
”جس سے تو کام لیا جا رہا ہے۔۔۔ میرا خیال ہے کہ
مقصد بھی بھی ہے۔ اس طرح وہ لوگ اپنے لئے کام کرنے
پر مجبور کرتے ہیں۔۔۔ میرے لئے یہ دھمکی ہے کہ اگر میں
لے ان کے حکم کی قبول نہ کی تو اس بار مجھے کی چالوں کے
جم میں منتظر کر دیا جائے گا۔“
”بھری کے جسم میں تم خود کو کیسی لگوگی؟“ حمید نے

یہاں تک لے آئیں تھیں!“
دنھنا حمید فرش پر بیٹھ گیا۔ کیوں کہ بے ہوش آدمیوں
میں ایک سر اخانے کی گوشش کر رہا تھا۔
پھر اس نے اس کی بھرا کی ہوئی سی آواز بھی
تھی۔ ”میں کہاں ہوں؟“
”تم محفوظ ہو۔“ ریٹا بولی۔ ”وہ بجاگ گیا۔۔۔ میں تم
ہواں کو کسی نہ طرح یہاں اخھالا تی۔“
”وہ بہت برا ہو۔“ گاڑی کے اندر سے آواز آئی۔
”اب ہماری خیر نہیں۔“
”تم کم بھرا اور نہیں۔۔۔ میں نے اس سے ایک بہت بڑا
بڑھ بولا۔۔۔ ریٹا نے کہا۔
”کہا جھوٹ۔۔۔“
”میں لے اسے آگاہ کر دیا ہے کہ کیپشن حمید نہ تو میرے
کرے میں رکتا تھا۔۔۔ اس نے چاکیٹ استعمال کی تھی۔۔۔
”اب کہاں پہنچنے کا کام نہیں تھا۔۔۔“
”ہاں۔۔۔ وہی کہاں۔۔۔ وہ جھوٹ نہیں تھا۔۔۔ میں ساری زندگی
اپنے اصلی جسم میں نہیں ہوں۔۔۔ بہر حال۔۔۔ میں نے اپنا
اصلی جسم بھی دیکھا تھا جسے پہچانے میں بھی دشواری ہوئی
تھی۔۔۔“
”وہی کہاں جو تم نے مجھے کاونٹر پر سنائی تھی؟“
”ہاں۔۔۔ وہی کہاں۔۔۔ وہ جھوٹ نہیں تھا۔۔۔ میں ساری زندگی
میں کوئی فرق نہیں ہوا تھا۔
”ان کا مسئلہ میری سمجھے سے باہر ہے۔“ ریٹا پر تشویش
لے گئی۔۔۔
”کیوں؟“
”میں نہیں جانتی کہ یہ کس طرح ہوش میں آئیں
گے۔“
”کیا یہ ضروری ہے کہ یہ ہوش میں بھی آئیں۔“
”کیوں نہیں؟“
”تم اب یہاں کتنی دیر تک نہ ہر سکتی ہو؟“
”جتنی دیر چاہو۔۔۔ میرا کرہ اندر سے مقفل ہے اور میں
ذیوں بھی ختم کر جائیں گے!“
”تو پھر ہم اطمینان سے گفتگو کر سکیں گے۔۔۔ ہو سکتا ہے
اتقی دیر میں یہ لوگ ہوش میں بھی آجائیں۔“
”تم کس قسم کی گفتگو کرنا چاہتے ہو؟“
”ظاہر ہے کہ تم مجھے کچھ بتانا چاہتی ہو۔۔۔ اور یہ بھی
جانشی ہو کہ میں آسمانی سے کسی بات پر یقین نہیں کر
سکوں گا!“
”ہاں بس اب خاموش رہو۔۔۔ بلکہ یہاں سے ہٹ
جاؤ۔۔۔ میں ان لوگوں کا عندیہ لئے بغیر نہیں چاہتی کہ انہیں
اس سمجھوتے کا علم ہو۔“
”لیکن میرا مشورہ ہے کہ تم انہیں کچھ بھی نہ بتاؤ۔۔۔ ان
سے کہہ دینا کہ میں نکل بجاگا تھا۔۔۔ اور تم انہیں کسی طرح
یہ ایک مسلسل اذیت ہے۔۔۔ کیپشن۔۔۔“ وہ محنڈی

لی تھر میں۔۔۔“
”لی تھر میں۔۔۔“ ریٹا بولی۔
”معلوم کر کہ وہ تمہارے کرے سے کہاں گیا تھا۔۔۔
اس پر کڑی نظر کھو۔۔۔ اور۔۔۔“
”اگر وہ ہوئی ہی سے چلا گیا تو۔۔۔“
”سوال تو یہ ہے کہ اچانک ہوئی ہی سے کیوں چلا
جائے گا؟“
”سوال پڑنے کے وہ میرے کرے سے کیوں غائب
ہو گیا۔“ ریٹا جھنجھلا کر بولی۔
”اور۔۔۔ اینڈ آل۔۔۔“ دوسرا طرف سے غراہٹ
سماں دی اور ریٹا نے ٹرانسیور کا سوچ آف کر دیا۔۔۔ حمید
حدود رجہ کالا دروازہ نظر آرہا تھا۔۔۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کوئی
ہوشمند آدمی کسی ”بانیچہ اطفال“ سے دوچار ہو۔
ریٹا نے پھر اسے باہر چلتے کا اشارہ کیا۔۔۔ اس بار وہ
سیدھے گاڑی کی طرف آئے۔۔۔ بے ہوش آدمیوں کی حالت
میں کوئی فرق نہیں ہوا تھا۔
”ان کا مسئلہ میری سمجھے سے باہر ہے۔“ ریٹا پر تشویش
لے گئی۔۔۔
”کیوں؟“
”میں نہیں جانتی کہ یہ کس طرح ہوش میں آئیں
گے۔“
”کیا یہ ضروری ہے کہ یہ ہوش میں بھی آئیں۔“
”کیوں نہیں؟“
”تم اب یہاں کتنی دیر تک نہ ہر سکتی ہو؟“
”جتنی دیر چاہو۔۔۔ میرا کرہ اندر سے مقفل ہے اور میں
ذیوں بھی ختم کر جائیں گے!“
”تو پھر ہم اطمینان سے گفتگو کر سکیں گے۔۔۔ ہو سکتا ہے
اتقی دیر میں یہ لوگ ہوش میں بھی آجائیں۔“
”تم کس قسم کی گفتگو کرنا چاہتے ہو؟“
”ظاہر ہے کہ تم مجھے کچھ بتانا چاہتی ہو۔۔۔ اور یہ بھی
جانشی ہو کہ میں آسمانی سے کسی بات پر یقین نہیں کر
سکوں گا!“
”کیا اس پر بھی یقین نہیں کرو گے کہ تمہیں بے ہوش
کر کے کہیں لے جانا چاہتی تھی۔“
”اس پر یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں!“
”یہ ایک مسلسل اذیت ہے۔۔۔ کیپشن۔۔۔“ وہ محنڈی

جید پاپ میں تمبا کو بھرتا ہوا بڑا یاد ہے۔ ”ویسے بھی ادھر

بھر شام کے چار بجاء یہ تھے۔۔۔ فریدی نے جنگوڑ آنے کو تو ٹھیک نہیں ہوئی تھی۔“

کر جائیا تھا۔ ”بڑی پر فضا جگہ ہے!“ فریدی سر ہلاکر بولا۔ ”شاید تمہارا سکون زیادہ عرصہ تک برقرار رہ سکے!“

”خدا بقیر کا سزاوار نہیں تھا۔“ وہ آنکھیں ملتا ہوا

”کیوں؟“ ”تما بھی زندہ ہو فرزند۔۔۔ ہوش میں آؤ!“

اسے کہ تم نے کہیں کے لئے فلاں کیا ہے۔ لہذا مختلف فضائی کپنیوں کے دفتروں کے چکر کا خاتم پھر رہا تھا۔“

کپنیوں کے دفتروں کے آپ الزوجہ نیل کے جسم میں

کر بولا۔ ”میں نے دیکھا جیسے آپ الزوجہ نیل کے جسم میں

کھل کر دیئے گئے ہوں!“ ”تمہیں میں منت کے اندر اندر تیار ہو جاتا ہے!“

”کس لڑکی سے؟“ ”ہاں۔۔۔ دیکھو تم اس لڑکی سے دور ہی رہو گے۔“

”وہ۔۔۔ ریتا۔۔۔!“ ”کیا آپ اس سے ملے تھے؟“

”فی الحال ضرورت نہیں بھی!“ ”آخ ریتے ہے کیا چکر؟“

”دیکھیں گے۔۔۔!“ ”آب کو ان حالات کا علم کیسے ہوا تھا۔ ظاہر ہے کہ

آپ کو پہلے ہی اطلاع مل چکی ہی، اس نے آپ نے مجھے

اس طرح بے سر و سامانی کی حالت میں روشنہ کر دیا تھا۔“

”ہاں بخچے علم ہوا تھا کہ کوئی غیر معمولی واقعہ ہوا ہے۔“

”سعیدہ کا خیال ہے کہ ذی۔۔۔ آئی۔۔۔ جی۔۔۔ صاحب ذہنی

تو اون کو بیٹھے ہیں۔“ ”عام حالات میں بھی سمجھا جائے گا۔۔۔!“

”شکیلہ اور نوراں کے کیس کے بارے میں آپ کا کیا

خیال ہے؟“ ”آج میں نے ان دونوں کے معاملات کی تقدیم بھی

کر لی ہے۔ دونوں ہستقال میں ہیں!“ فریدی نے کہا، پھر بولا۔

”میں ہوش فیضان ہی میں مقیم رہتا ہے۔۔۔!“

”کیا مطلب؟“ ”اگر اس طرح وہاں سے غائب ہو گئے تو اس لڑکی ریتا

کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ کوئی بہت بڑا کھیل ہے

میں مختار رہنا پڑے گا۔“ ”میں رہ جاؤں گا۔۔۔ لیکن ذاکر سعیدہ۔۔۔!“

”اسے بھی برداشت کرو۔۔۔ کسی نہ کسی طرح۔۔۔!“

”بے موت مر جاؤں گا۔“ ”کچھ بھی ہوا۔“

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”جسے بھی وہیں لے چلے۔۔۔ جلدی سمجھے۔۔۔ ورنہ بے

”تو ہم کھال جا رہے ہیں اس وقت.....“
بھر
”لیکن اس کرے میں تو قیام نہیں کر سکتا،“
”صرف دو دن اور ٹھہر دہاں، تاکہ لوگوں
کے شے سے بالآخر ہو جائے۔“
”تمہری بھی بخے دوسرا آکر چلا جائے!“
”اس کا انظام میں نے کر دیا ہے۔“
”سعید کو اپنی بھنو اور بچے نہ۔“
”وہا پہنچا باب کو اس حال میں چھوڑ کر کیے واپس جائیں
”

بے! وہ تمہیں تمہارے کرے کی بھی دے کی..... پہنچ دے
کاونٹر پر کر کر اس سے جمیل جھاڑ فرور کرنا۔ ”
”کیا مطلب؟“ جمید کی آنکھیں پھیل گئیں۔
”جمیل جھاڑ کا ترجمہ کس زبان میں چاہتے ہو؟“ فریدی
نے بے حد خنک لجے میں پوچھا۔
جمید گاڑی سے پنجھے اور کر کم کہے نے بھر آگے بڑھا
پلا گیا۔ مرکر دینکھا بھی بیہیں کہ فریدی موجود ہے یا پلا گیا۔
صدر دروانے سے ذائقہ ہال میں داخل ہوا۔ شام
کے سارے ہے پانچ نئے رہے تھے۔ زیادہ تر میزیں ابھی خالی

کی طرف متوجہ ہو گیا۔
”اوہ میہود، میری طرف“ سعیدہ اس کا شانہ پکڑ کر
اپنی جانب موزنی ہوئی بولی۔
”خدا را..... میر کی خطا میں معاف کر دتے گے“ جمید
جتنی آپ کی رضاختی۔ جمید نے لاپرواہی سے شانوں کو
جنہیں دی اور میزون کے درمیان سے دوسرے مرے تک
پڑھتا چلا گیا۔
اسکے لیے اپنے پیار کے تربیب کی ایک گجدہ پر ایک میزانہ
کرنی صاحب آپ کو پوچھ رہے ہیں!“ ریٹھا نے ماڈل
کی طرف متوجہ ہو گیا۔
”آپ زیادہ سے زیادہ آرام کریں۔“
”میں بیمار نہیں ہوں۔ توی آئی جی نے کسی قادر زرش
بھی کی طرف مژکر بول۔“ آپ کے لئے مناسب بھی ہے کہ
آپ زیادہ سے زیادہ آرام کریں۔“

”لیفپان.....“ اور آپ“ میں وہیں ”جادوال“ میں قیام کروں گا۔ ”سامنے کیوں نہیں رہیں؟“ ”مناسب نہیں سمجھتا..... کیا تم خاکف ہو؟“ ”کر نہیں ممکن جسے الف و دو کر کر خواب دکھیں۔ کاونٹر کی طرف مڑا ہی تھا۔ آئی۔ جی اور سعیدہ پر نظر پڑی۔ وہ کاونٹر کے آر بیب ہی ایک بیز پر تھے اسکی سلسلہ پر الجھ کے تھے شاید۔ گفتگو کے اندر از سے جو کل وڑو شیخاہر ہو رہا تھا..... ریٹا بھی انہی کی طرف متوجہ ہی۔ ”تم سے کوئی کہہ کر وہ کہ ہوا سے ہا۔“ شہزادے نے ریٹا سے

سے اُسی سے پارے میں کل پڑھنے پڑیں۔

”وہ کون تھا؟“ اور اس طرح پھر لیکیوں کیا تھا؟“

”دونوں ہی بائیس نہیں معلوم ہو سکیں।“

”میرے کیا مچان نہیں کی جسی آپ نے؟“

”مکتب میں ہبھی ہی بار دیکھا کیا تھا اور قاصہ کا پڑھا بھی۔“

”مچید نے تھنڈی ساریں لے کر کھا۔“

”مجھ سے بے شک بائیس نہیں چلیں گے۔“

اتئے میں وہی۔ اُنہی۔ جسی۔ بھی اٹھ کر ان کے فرب

”منے جتاب.....“ اس نے مجید سے کہا۔ ”ان کی طرف ہاتھ بڑھا کر دیکھا تھا۔“

لے جمیل سے اتنے کو کہا۔
”اور آپ.....؟“
”کام طلب ہے“ سیدہ اُنھیں موجہ تر
بولا۔ ”آپوں نے بچے کب زندہ رہنے لے قب
لے۔“

کی طرف متوجہ ہو گیا۔
”اوہ میہود، میری طرف“ سعیدہ اس کا شانہ پکڑ کر
اپنی جانب موزنی ہوئی بولی۔
”خدا را..... میر کی خطا میں معاف کر دتے گے“
”آپ کی رضاختی۔“
جتنی آپ کی اور میزون کے درمیان سے دوسرے مرے تک
جتنی دلی اور میزون کے درمیان سے دوسرے مرے تک
بڑھتا چلا گیا۔
اسکے لیے اپنے پیارے جانشی کے قریب کی ایک بجھے پر ایک میز اپنے
کو جوہرے جاری تھی!“
”اوہ میہود کو جوہرے جاری تھی!“
”مری صاحب آپ کو پوچھ رہے ہیں!“ ریٹھا نے ماؤٹھ
لے لی۔

”مختصر مدد..... میرے حال پر رام بھجئے۔“
”میا مطلب؟ تم ازتر بھٹھتے اس انداز میں گفتگو کیوں
کر رہے ہو؟“
”انج مچ آپ نے بیاس کیوں تبدیل نہیں کیا؟“
”تم سے مطلب.....!“
”بیں وہم اپنی میرے معاملات سے کوئی سروکار
کہا۔“

”تمہیں کرنل فرید کی نے بھاگیوں بھیجا تھا؟“
”اس کا جواب میں صرف کرنل ہی کو دے سکوں گا۔
”تم میرا اتھ نہیں بشارے ہو؟“
”بیانو رہا ہوں..... آپ کے والد صاحب اپنے کرب
میں تشریف لے سکے۔“
”اوہ تو میں نے روک رکھا تھا انہیں..... تمہارے
”بھاگی گا۔“
”وہ بھال.....“ درسی طرف سے پھرک

ورے پر اپنے بوس سے سیل میا۔
”اپ چھاتی لیا ہیں؟“
”میری نظروں کے ساتھ رہو!“
مید پر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ویٹر کافی لا یا۔
”شیخی کافی ہی لی لوں گی۔“ سعیدہ بولی۔

وی شر علا گیرا
و دکر میم اس
اور لاو حیدر
اوی آن

خاصی دلکش لگ رہی تھی اس وقت لیکن جمید بھتنا کر رہا
بے پیارے میں پوچھا تھا۔

”یعنی وہ دوسرا ؟“

”ہوں تو اس نے تمہیں کپڑوں نے کی کوشش کی
تھی!“ جمید نے پوچھا۔

”تینی اگر تمہارا دوست اسے پہچھے نہ کہچھ یافت تو میں
اگئی تھی اس کی کرفت میں۔“

”اس سے پہلے تم نے بھی اسے نہیں دیکھا؟“

”بھی نہیں امایر کی یادداشت میں تو وہ بھی پہال نہیں

سید وہ نے پوچھا۔

”کیا ہوا؟“ تم اسے پہال کیوں انھوں اٹھوا لائے ہو؟“

”ام نہیں یافت۔“

”میں نے نہانہ کہ دوسرے اہل میں پھر رہا ہے۔“

”سنی تھا توں پر یقین کر لینا حماقت ہے خود جا کر

”تم چاہتے ہو کہ میں یہاں سے ہٹل جاؤں۔ کیوں؟“
”ارے بھیں صاحب..... آج یہ کرہ بھی مجھ سے
کاف کھانے کو کیوں ڈور رہے ہو؟ یہ مرد بھی میری
کھانے کیلئے اس لفڑی کے۔“
”میں کوئی حکم نہیں کہ بھن دیکھ لوں..... میری
نے اس سے کہا۔
”میرے پاس سالانہ نہیں ہے۔“
استئن میں کسی نے دروازے پر دستک دی اور دروازہ
کھول کر اندر ہیکا۔ فرید کی تھا۔
”تمہیں جو بھی بھی کہنا ہے۔ جلدی سے کہہ جاؤ۔“
فرید کی نے جمید سے کہا۔
”بُر اتنا ہی مرغی کر دو گا کہ اب دو بلا میں جان کو
پھٹ گئی ہیں!“
”تمہارا بھی معاملہ ہے!“ فرید کی نے خشک لبھے میں کہا۔
”کل یہ حضرت رات بھر اور آج دن بھر غائب رہے
تھے۔“ سعیدہ نے جمید کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرید کی سے کہا۔
فرید کی نے اس ریمارک پر صرف سر ہلا دیا۔
بھر جمید نے اسے ڈائیگ ہال وال کہانی سنائی۔
فرید کی تھوڑی دیر سک کچھ سوچتا رہا۔ بھر جمید کو دیں
رکن کا اشارہ کرتا ہوا باہر چلا گیا۔
”یہ صاحب اکون تھے؟“ رینٹا نے جمید سے پوچھا۔
”بُر ہے کہ تم انہیں نہ پہچان سکیں جب کہ
تمہارے ابھی میں ان کی بھی تصور یہ موجود ہے اور شاید سب
سے مولیں توٹ انہیں کے بارے میں لکھا گیا ہے اس میں۔“
”آجھا.....“ وہ تھیں کے بارے میں لکھا گیا ہے اس میں۔
بھر کرے کی فضا پر بو جھل سا سکوت طاری ہو گیا۔
ظاہر اس وقت بھی بھی سائیں لے رہا تھا۔ ۲۰ مارچ
کے ہوئے تم تھر ار ہے تھے۔ بھر ایک گال بھی بھڑا کیا۔
”کیا ہر رہا ہے؟“ جمید اسے کہا اور اسے اسی کے

اب وہ فاتحانہ انداز میں ریٹا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لوگ ہماروں طرف سے دوڑ پڑے۔ دیو پیکر فرش پر جت پڑا تھا۔ آنھیں بندھیں اور وہ کہر کی سائیں میں لے رہا تھا۔

ونئنا نام خوش ہو کر بولا۔ ”لو..... پیشاب کر رہا ہے سالا۔“

لیکن جمیدہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کا جسم اہستہ اہستہ پھول رہا ہے۔ کسی نے پویس اپنیں نون کر دیا۔

لے جیدا سے والی سے ہٹا لے جانے کی کوشش کرنے لگا۔

لیکن قاسم تھا اس کے بیٹا کاروگ نہیں تھا۔ پچھے لوگوں سے مدھی طلب کیا کہ کون اسے ہاتھ لگانے کو تیار ہو تا۔ وہ سبب ہی اس کے پھول جانے کے منتظر تھے۔

ایتنے میں پویس بھی آئی! اور اس کے ساتھ فریدی کو بھی دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی۔

”وہ سیدھا قاسم کی طرف کیا تھا۔“

”کیسے ہوا؟“ اس نے جمیدہ سے پوچھا۔

”میں اسے بھاں سے ہٹانا چاہتا ہوں..... اور ہم دیکھئے!“

جمیدہ نے سمجھتے ہوئے اُدمی کی طرف اشارہ کیا۔ گاڑھا سیال اب قاسم سے دویشیں فست سے زیادہ فاصلہ پر نہیں تھا۔

ہوئے کھا اور جھک کر قاسم کو نون ہاتھوں سے اٹھایا۔

دیپنے والوں کے لئے شیر ایجوبہ!

وہ سبب اسے جمرت سے دیکھ رہے تھے اور اس نے قاسم کو کاؤنٹر پر لٹا دی۔ ریٹا ایک بار ہم کر پیچے بہٹ گئی۔

فریدی نے جمیدہ کو اشارہ کیا کہ وہ قاسم کے پاس گھبرے اور خود پھٹتے ہوئے اُدمی کے قریب جا گھرا۔ ہمید نے دیکھ کر اُدمی کی اگر فریدی کی عطاںی نظریں تماشا ہیں تو کہہ رہا ہے.....

گلیں۔

ایک اپنی کھانے کے لئے اس سے اپنے کمرے میں لے جاؤ۔“ فریدی نے جمیدہ محسوس کر رہا تھا۔ ایتنے میں دو کا نیبل ہے!

”آپ غفرنہ کریں۔ یہ سمجھنے والوں میں سے نہیں ہے!“

”یہ آپ کیسے کہ سکتے ہیں؟“

”اس لئے کہ اسے سالہاں سے جانتا ہوں: یہ کاؤنٹر کرل کو بھانے کے لئے اس سے الہ پڑا تھا۔“

”نہہ بھی آپ الگ بہت جائیں تو بہتر ہے!“

”آپ انہا کام کیجئے! خواہ تجوہ مجھے کیوں بور کر رہے ہیں۔“

”میدہ برا سامنہ بنا کر بولا۔“

”میں نے پویس کو فون کیا ہے۔“

”آپ بھی آپ کہتا ہوں کہ کیم اسٹار کیا ہے!“

”میں کب کہتا ہوں کہ کیم اسٹار کیا ہے!“

”آپ بھی آدمی ہیں۔“ وہ کردن جھک کر دوسری طرف چلا۔

او سعیدہ کے کمرے تھے۔

جمیدہ کا کرہ اسی کوڑا کر خود کسی ہمیلدار بیوہ کے انداز میں اس کے سر ہانے پیٹھ گیا۔

جمیدہ کا کرہ اسی کوڑا کر خود کسی ہمیلدار بیوہ کے

نے اپنے اسکے بھی گھٹا گھٹا۔

نور حمید میں ابھی تک اتنی سکت پیدا نہیں ہو سکی تھی
لے کہ اپنی جگہ تے جنہیں بھی کر سکتا۔
واعظانہوں نے فریدی کی آواز سنی۔ ”اب تم سب باہر
چلے گا۔“
”اچھا اچھا۔ چلو۔ چلو!“ قاسم نے کہا اور اپنے مقدور بھر
کا احساں ہوا ہو۔
”میرے کو شکش کرنے لگا۔
میز پہنچنے کی طرف بڑھے۔ فریدی قاسم کو سہارا
وہ دروازے کی طرف بڑھے۔ فریدی قاسم نے اٹھنے میں بڑی
کمی ہو۔ وہ اپنے کرے میں دا خل ہو کر کی پر کچھی بھی نہیں۔
قاسم مسمری کی طرف بڑھ رہا تھا کہ حمید نے نوک دیا۔
”اب تم ہوش میں آگئے ہو اس لئے کر کی پر بیٹھو!“
”ملا۔ اسلا.....“
”میں سے.....“ وہ جلد کا اسے سے رہا کہ
”ایش! بھگ اجاوڑا!“ اکار اسے لے جا۔

نے پہل سکا کہ کب عسل خانے کا دروازہ کھلا اور کب ایک نقاب پوش ٹائی کرن سنبھالے ہوئے کمرے میں داخل ہو گیا۔
”موئی آدمی کے علاوہ اور سب کمرے سے باہر نکل جائیں!“ وفتح نقاب پوش نے انہیں لکھا اور وہ چونک کر اس کی طرف ہڑتے۔
”ھائی کا ہاکلفے سے تمہیں۔“ حیدر نے مضبوط کانہ انداز

قریب آگئی۔
”اس کی بخش پر ہاتھ رکھ دو ٹاکہ یہ سکون سے
مرے۔“ محمد خنڈی سالسے لے کر بولا۔
”میں جانشی کا منظر نہیں دیکھ سکتی۔“ ریٹا بوکھلا کر اٹھ
گئی۔

فاسد کیا کر دے سکتے ہیں۔ اس کے لئے کوئی بھائی نہیں پہنچ سکتا۔

”اب تم ہوش میں آگئے ہو اس لئے کہ کسی پر بیٹھو؟“
”ہاں۔ ہاں۔۔۔ سچ ہے۔۔۔“ وہ جلدی سے سر ہلا کر
بیٹھا۔

”لیکن ہنابا“ رینا کرنزور کی آواز میں بولی۔ ”آپ کوئی
وہ خاموش بیٹھے رہے ہے۔ قاسم بھی حمید کی طرف دیکھتا
اور بھی نظر کی جا کر سعیدہ کی طرف دیکھتے تھے۔
”حیدر بھائی اب تو بناو!“ وہ پچھے دیر بعد بھر انی ہوئی
کے ساتھ اسے غور سے دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا۔
آواز میں بولا۔ ”تمہاری نجوبت میں جہاں بھی جاتا ہوں کچھ
نہ کرے گا۔“

بڑی دکھ بھر کی داشتائیاں ہے! ”
”نمیٹے بٹاؤ!“ وہ سمجھوں سے سعیدہ کی طرف دیکھتا ہوا
بڑا لامبے خدا کے لئے جلد بٹاؤ میری جان..... نقل جائے
گئی۔
”اچھا اور ہم آؤ۔“ حمیدہ نے کرسی سے اٹھ کر کھا اور اسے
اٹک لے جا کر سرگوشی شروع کر دی۔ ”یہ لوزی بے چاری
محبیت میں پڑ گئی ہے..... کچھ لوگ اسے اٹھا لے جانے
چاہتے ہیں اور اس کو کسی طرح یقین ہی نہیں آتا کہ دنیا میں
اکا کوئی انتہا دیجھا ہے۔“

”سما ایشان کر رونک اطمینان“
”قائمِ محالی مٹھوک کربولا۔
”تم کسی اس کو یکمن دلا دو کر میں اس کا ہمدرد ہوں۔“
”میں پرم جما
”لارے ہلکا دار اخواں رے ہلکا دارے!“

”اُنہا میں تھی یقین دلا دوں گا!“ تاکم سر ہلا کر

"کیا کہا تھا کہ اس کی وجہ سے میرے بھائیوں کی کامیابی کا سبب ہے؟"

لے کر اپنے بیوی کا سارے مالیں اپنے پاس لے کر
کہاں کہاں اپنے بیوی کا سارے مالیں اپنے پاس لے کر
لے کر اپنے بیوی کا سارے مالیں اپنے پاس لے کر

۱۰۴۶ اپنی اپنی جگہوں پر آ بیٹھے۔ حمید نے اپنے پیارے

میں کسی ساتھی کر لیا تھا۔
کہاں گئے؟

اک بار بار صحیحہ کر دیتے ہیں تو نوں کی نظر سے ملیں تاکہم بولا جائے۔

”اپ توں ہیں؟“ سے پہلے، ”اپنے“ کا مطلب کیا تھا؟

تربیت آگئی۔
اس کی بخشی پر ہاتھ رکھ دو ٹاکہ یہ سکون سے
نفایت پوش نامی کن سنبھالے ہوئے کرے میں داخل ہو گیا۔
”مولیٰ آدمی کے علاوہ اور سب کرے سے باہر نہیں
جائیں!“ وفاتی نفایت پوش نے انہیں لیکار اور وہ پوچھ کر اس
کی طرف مرے۔
”بھائی کا تکلف،“ سکھ ہم اے ”حمد نے مضبوطانہ انداز

بھنگی میں دیکھ رہی تھی اور قاسم کا دوسرا اگال بھنگ کے لگاتھا۔

ایک بیک اس نے آنھیں کھول دیں اور سعیدہ اس کا

ہاتھ چھوڑ کر پھٹے ہٹ آئی۔

تھامنے پڑے ہے اور پھر جھٹت کی طرف دیکھ لگا۔ سعیدہ نے آہستہ سے جمیدہ سے

جا گیا۔ اس نے پھر اپنے الفاظ دہراتے

جا گیا۔ ”اس نے پھر اپنے الفاظ دہراتے

جسے کہا۔ ”ہوش ہے کیا ہے؟“

”وہ کس کے بعد میں فائز گئے کروں گا۔ ورنہ

باہر جاؤ۔۔۔ ایک دو تین چار۔۔۔ اپنے ہاتھ

اوپر انھاؤ۔۔۔ وروازے کی طرف مڑو۔۔۔ پانچ۔۔۔

کھولنے والے اشائے۔۔۔

”مجھے والوں کو کھو لئے کا احذارت دو۔۔۔ ورنہ میر لوگ

وائل ہو رہا تھا۔ ”واکر سعیدہ ایم کی داشت میں آپ فخر آباد وابس
پلی جائیں تو بہتر تھا۔ ”اس نے کہا۔
”کے مکن ہے.....ڈیکی کو اس حال میں تھا نہیں
چھوڑا جاسکتا۔ وہ اپنی یار و اشت کھو بیٹھے ہیں۔“
”نہیں، ہستہاں میں واصل کرایا جائے گا۔“
”اس کے باوجود بھی میں اپنی موجودگی خود کی سمجھتی
دیکھ کر لئے کافی تھا۔ فریدی نے جھک کر یامیں ہاتھ پر
کالا تھا اور اس کو بائیں بغل کے پیغے سے دوسری طرف
لے جا کر محض اندازے سے فائر کر دیا تھا۔
”جیسی آپ کی مرضی بالکل میں ان کے گرد بھیم بھاؤ
کے ساتھ فرقاب لوٹ دلوار تھے۔“

پسند نہیں رہوں گا۔ حاندان سے دوسرے اراد و میہاں
بلانے کی کوشش نہ کریں گا۔ ”
”وہ تو میں خود بھی پسند نہیں کروں گا۔ ان کے ذہن
میں ایک ٹائی گونہ تھوڑے نکل کر مسہر کی کے تربیب آگئی۔
”ارزہ اے، ” ہمگا۔ ” جو جو ایکہ اور میں اس کے

میں بہت زیادہ بار ان سے کہے تھے اور وہ ثابت ہو گئی۔ فرمائی نے محمد سے

نخاں اس کے ریلو اور سے نکلی ہوئی گولی ریٹھا اور سعیدہ کا نام ایکجاں

”خدا جانے۔ امتحان تو کھول رہی ہیں۔“
”اے،“ فرمایا تباہ کر کر کہا۔

وہ اُنکی آواز میں بولتا۔ ”میں خود ہی اپنا کپڑا کر لیتا ہوں.....
فرمادی کیا کرنے جا رہا ہے۔ لہذا ان میں کوئی بھی اور

میں سمجھا تھا سالا پیشتاب کر رہا ہے۔ غیر وہ تو..... ارب باب
ہو سکتی تھی۔ ان دونوں کو تو جیسے یقین نہیں آ رہا۔

زندہ ہیں۔
فتنے کو اُشوں دو ماشین سکنٹر دلوار سے ٹکارا ہاں،
تھے..... ہو، ہو، ہو، ہو!

بے اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے لہذا کسی کو بھی پتہ فرش پر آ رہا۔

”نہیں نہیں ا تم اپنے کرے میں جاؤ۔ مجھے دراصل
تمہاری طرف سے تشویش ہو گئی ہے؟“

”فکرنا کرو۔ دیکھا جائے گا۔“ رینا نے کہا اور مردہ سی
چال کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

”تم کیا کر سکو گے..... وہاں قدم قدم پر موت ہے!
آج تک ہم تباہ میں سے کسی نے بھی اس ہال سے آئے
بڑھنے کی بہت نہیں کی۔“

”تم لوگ بہت زیادہ خائف ہو۔ لہٹ استعمال کرنے کا
طریقہ کار قدم نے بتایا تھا۔“

”نہیں! میرے بتانے سے پہلے ہی وہ اس بیکن کے
بیچے لہٹ کا بنیٹ حلاش کر چکے تھے اخدا کی پناہ..... ایسا پھر تیلا
اوی آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا جانتے ہو۔
ٹاب پاؤش کے ٹھک دل کی جگہ سینے پر گولی گلی ہی!

”اس قدم کی حرثیں وہ نشان لئے بغیر بھی کر سکتے ہیں۔“
”کسی سوچ میں پڑ گئی۔ پھر بولی۔“ اچھا بیٹا میں اپنے
کرے میں جا رہی ہوں۔“

”ایک بات اور!“ حیدر اتحہ اٹھا کر بولا۔ ”متقول کو نم
کاہی ہیں؟“

”لیکن یہ روکیوں رہا ہے؟“
”میں کیا جانوں..... میں نے تو صرف اتنا پوچھا تھا کہ
انہوں نے بوطیقا بھی پڑھی ہے یا نہیں۔“

”میں سمجھا!“ حیدر نے سر ہلا کر بولا۔
”کیا سمجھے! جلدی بتاؤ۔ مجھے ابھن ہو رہی ہے۔“

”اس کی بیوی جو ابھی حال ہی میں فوت ہوئی ہے۔
بوطیقا کا ترجمہ اردو میں کر رہی ہے۔“

”قاسم نے اور زیادہ زور شور کے ساتھ رونا شروع کر
دیا۔ اب سکیوں کے ساتھ آوازیں بھی نکلنے کی تھیں۔“

”اب یہ چب کس طرح ہوں گے۔“ سعیدہ کی پانی
ہوئی آواز میں بولی۔ ”میری ابھن بڑھتی جا رہی ہے۔“

”وکھنے میں کوش کرتا ہوں..... آپ ذرا ایک منٹ
کے لئے باہر چل جائیے۔“

سعیدہ اس طرح کرے سے نکل بھاگی جیسے قید سے
رہائی لی ہو۔

”بیٹا۔ اب چب بھی ہو جاؤ.....!“ حیدر نے قاسم کے
قریب پہنچ کر کہا۔ ”ورشہ بتا دوں گا اسے کہا بھی اس کی بیوی
فت نہیں ہوئی اور اس کے باپ نے بھی بھی بوطیقا کا نام نہ
ساختا گا۔“

قاسم نے گریہ وزاری میں بریک لگانے کی کوش کی
لیکن فوری طور پر کامیابی نہ ہوئی۔

”اب تم تھوڑی دیر تک بالکل خاموش رہو گے۔
اس کی بات کا جواب مت دینا۔“

”بھی..... ای..... ای.....“ سعیدہ نے ”بھی“ کو طویل
کرتے ہوئے کہا۔
”آپ کچھ خیال نہ کچھ گا ڈاکٹر سعیدہ!“ حیدر ترے
بولے۔ ”یہ بھی ذرا الاسٹر قسم کے آدمی ہیں۔ تکلفات کی ان
کی نظر میں کوئی وقعت نہیں۔“

”پھر بھی میں اس قسم کی بد تیزی پسند نہیں کرتی۔“

”تو چوڑا لکھ برتاؤ۔“ حیدر نے قاسم سے کہا۔
”بہت اچھا!“ قاسم سعادت مند بخوبی کے سے انداز
میں سر ہلا کر بولا۔

”یکپیش حیدر! اگر کرمل فریدی نے تمہیں یہاں نہ بھیجا
ہو تا تو میں تمہیں باہر نکال دیتی۔“

”صدے سے پریشان ہیں یا!“ حیدر نے قاسم سے
معدرات طلب لے چکے میں کہا۔

”توئی بات نہیں۔ توئی بات نہیں۔“

”میں کرے میں خاموشی چاہتی ہوں۔“

”حیدر نے قاسم کی طرف دیکھ کر اس طرح ہلا یا جیسے کہہ
رہا ہو۔“ ”تم کچھ خیال نہ کرنا۔“

”قاسم نے بھی اپنے سر کو تعمیہ جبکش دی۔
پھر دونوں بے حد سمجھ دی گئی سے ہونت جمائے خاموش

بیٹھے رہے۔ ویسے وہ احتفانہ انداز میں ایک دوسرا کو دیکھے
جار ہے تھے۔

پھر کچھ دیر بعد حیدر نے قاسم سے کہا۔ ”چلو ہم دونوں
غسل خانے میں چل کر باتیں کریں۔“

”میر انداز اڑاہے ہو!“ سعیدہ غرائی۔
”ہرگز نہیں۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔“

”بھی ہاں..... بھی آں.....“ قاسم بھی سر ہلا کر بولا۔
”حیدر بھائی تو بہت اچھے آدمی ہیں۔“

”میں آپ سے نہیں پوچھ رہی ہوں۔“

”تو اس میں کھفا ہونے کی قیابات ہے؟“

”قاف، قاف، قاف، آخر آپ کاف کے بجائے قاف
کیوں بولتے ہیں؟“

”قدرت ہے خدا تعالیٰ.....!“ قاسم مخدودی سالن لے کر
بولا۔

”سار تر کے ہارے میں آپ کا خیال ہے؟“

”قون..... سار تر.....؟“

”وہ کوئی باقاعدہ قسم کا حکمران تھے نہیں۔“ حیدر جلدی

ان لوگوں کا ذریعہ اپنے ایک دوسرے سے تھا۔ اسی کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ اسی میں اپنے ایک دوسرے کا ذریعہ تھا۔ اسی کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ اسی میں اپنے ایک دوسرے کا ذریعہ تھا۔

بابر اندر چلا تو چھپل کیا تھا..... لیکن آسمان صاف
ہونے کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ اسی میں اپنے ایک دوسرے کا ذریعہ تھا۔

کرنے کی سکرتی ہی نہ رکھنی ہو۔
”محمد..... محمد..... سعیدہ“ فریدی اُسے کہیں دوڑ سے
کرنے کی سکرتی ہی نہ رکھنی ہو۔
”محمد..... محمد..... سعیدہ“ فریدی اُسے کہیں دوڑ سے

انہیں مخاطب کیا۔
”اسکی کی پیشی!“ قاسم دہلزار میں تو نہیں دوڑوں گا۔
گئی۔ منہ بالکل خشک تھا۔ زبان ٹالوں سے لگ کر تھی اور حلول

وہ اسی طرح پڑا پہنچتا رہا۔
سردی کے باوجود پورا جسم پسند سے شر اپور تھا۔
ماری حیات بیدار چھی میں..... وہ اپرے اٹھنے والا شور
بھی سن رہا تھا۔ اس درکت نہیں کر سکتا تھا۔
توڑی اور بعدِ جملدار پینے والی ہوا کا پھرزا جسم کو لگا اور
دوئیں کی پہلو سے رانی چھٹے لگا۔ سانس لینے میں بھی
وہ شواری غصوں کی ہونے کی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے منوں نمبر
پیچھے دوں میں در آیا ہو۔ وہ کھانے لگا۔
لہی نے اپنے کو اپنے کام کی کامیابی کی۔ اسی کام کی کامیابی کی
لہی نے اپنے کام کی کامیابی کی۔ اسی کام کی کامیابی کی

اس بار آواز کی قدر فریب سے آئی تھی۔
محمد پھٹکوں کے بل جھکر رہ گیا..... آواز الفاظ کی
محل نہیں اختیار کر سکی تھی..... بس وہ اسے اپنی موجودگی
سے آگاہ کر دینا چاہتا تھا۔
”کھڑا نہیں۔ میں آرہا ہوں۔“ آواز اور زیادہ فریب
سے آئی۔
”پانی..... پانی.....!“ محمد نے مسوس کیا کہ صرف بھی
لفظ وہ آسانی سے او کر سکتا ہے..... لہذا اس کا جواب دیتا ہوا

اس کے بھائے والوں کا شور صاف سنائی
اور پھر آہستہ آہستہ اس پر غفلت طاری ہو گئی۔ بے
ہوشی یا موت..... اس کا اندر لادہ اس وقت کر سکا تھا جب
اس نے بوکھلا کر آنھیں کھول دیں۔ اور رکھلا ہوا آسمان
تھا اور چاروں طرف پہاڑیاں بکھری ہوئیں..... فوری
طور پر انھے بیٹھنا چاہا گیا مگن نہ ہوا پورا جسم پھوڑے کی
طریقہ کھرا تھا۔
پھر اس نے دامنیں باسیں نظر دوڑائی۔ باسیں چائب

ڈی۔ آن۔ جی اس کے تربیت ہی اونٹھا پڑا تھا۔ لیکن فریدی
کیمین نہ کھانی وبا۔

”اپنے باب کے کرے میں ہو گی۔“
”ان دونوں کو بھی نکالو یہاں سے۔“
فرمادی کے لمحے کی ایسا رقصہ بھی اسکھلا کر اٹھا اور وہ

ان لوگوں کا ایک حصہ اپنے سامنے میں پڑھ رہا تھا۔ فریدی نے بلند آواز میں پہلے بھی ”میرے پیچے ہٹے آور“ فرمایا۔ فریدی اسے پہلی دفعہ دیکھ رہا تھا۔ میں مخاطب کیا۔ ”اسکی کی تیسی!“ قاسم دہلی دیکھ رہا تھا۔ زبان مالوے کی تھی اور جلنے والی تھی۔ میں تو بھی دوڑوں گا۔

وہی نے اب تک چھوڑ دیا تھا اور اک نہ ہوا۔

اُسے میں انہوں نے ہوٹل کے لاڈ پلیک پر کی کی
اُوار کی۔ ”مارت سے باہر نکل جائیے..... فوراً.....
مارت کو خطرہ ہے..... جسی جلد مکن ہو مارٹ سے بہت
بھی سُن رہا تھا۔ بُس اُکت نہیں کر سکتا تھا۔
تو زیاد پر بعد جملہ اپنے والی ہو اکا پیڑا جسم کو لگا اور
دو سُکی بہلو سے دناغ پھٹے لگا۔ سانس لینے میں بھی
دشواری نہ سو سی ہونے لگی اپنا معلوم ہوتا تھا جیسے منوں نمبر
پیچھوں میں در آیا ہو۔ وہ کھانے لگا۔

اللہ ہمیں اعلانِ انگریزی میں بھی ہونے لگا کیوں کہ
اللہ ہمیں پیر مکن بھی مشتمل تھے!

اس بار آواز کی قدر فریب سے آئی تھی۔
محمد پھٹکوں کے مل جھکر رہ گیا..... آواز الفاظ کی
محل نہیں اختیار کر سکی تھی..... بس وہ اسے اپنی موجودگی
سے آگاہ کر دینا چاہتا تھا۔
”جھر انہیں۔ میں آرہا ہوں۔“ آواز اور زیادہ فریب
سے آئی۔
”پانی..... پانی.....!“ محمد نے مسوس کیا کہ صرف بھی
لفظ وہ آسانی سے او کر سکتا ہے..... لہذا اس کا جواب دیتا ہوا

اس کے بھائے والوں کا شور صاف سنائی
اور پھر آہستہ آہستہ اس پر غفلت طاری ہو گئی۔ بے
ہوشی یا موت..... اس کا اندر لادہ اس وقت کر سکا تھا جب
اس نے بوکھلا کر آنھیں کھول دیں۔ اور رکھلا ہوا آسمان
تھا اور چاروں طرف پہاڑیاں بکھری ہوئیں..... فوری
طور پر انھے بیٹھنا چاہا گیا مگن نہ ہوا پورا جسم پھوڑے کی
طریقہ کھرا تھا۔
پھر اس نے دامنیں باسیں نظر دوڑائی۔ باسیں چائب

ڈی۔ آئی۔ جی اس کے تقریب ہی اونٹھا پڑا تھا۔ لیکن فریدی
کپیل شد کھائی وہاں۔

و غنیہ اور میرے کے کام میں پھنسا
دیجے ہو۔ ” قائم روٹا ہوا بولا۔ ” میں کیا جانوں مکمل فنا
” سالے..... تمہیش مجھے کسی نہ کسی مصیبت میں پھنسا

زہنی رو بہک کئی۔ رو تے رو تے مسکرا نے لگا۔ شرارت آمیز
لیدی کی ذرا کثر ہے؟“ قاسم نے پھٹک کر پوچھا۔ پک پک
نے“ ہمارے بیٹے کیا جھٹا پیارے اور پوچھی سی اور لیدی ذرا کثر

و نہیں ممکن کہ اس کے لئے کوئی طرف بھر کر آہستہ سے بولے۔ ”اچھا تو
بھر میں بیمار بنا جاتا ہوں..... میر اعلان کرنے والوں ”
”پیاری کیا بتاؤں بیٹے؟“
”کہہ دینا یوں کے ٹھم میں روئے روئے بواسیر ہو گئی
کہے..... بواسیر ارے پہنی وہ کیا کہتے ہیں اے..... غیر.....
کیوں غیر ہی کہتے ہیں نا اے جس میں منہ سے
خون آنے لگتا ہے۔“
”اے تو ہمہ کہتے ہیں۔“ ”میدے میں سنجیدگی سے کہا۔

ہامی اٹھائے میں میں نے جنر افیہ میں پڑھا تھا۔ ”اچا بس میتم..... اب میں اسے پلار ہا ہوں۔ ” حمید نے کہا اور آسے کے بوجہ کر دروازہ گھول دیا۔ یعنی سعیدہ راہد اور میں نہیں تھیں۔

اس نے سوچا کہ مگن ہے باپ کے کمرے میں پل گئی ہو لندہ اوہ ٹھہر کرے میں واپس چلا آیا۔ قاسم علی اکھائے خلاء میں گھورے جا رہا تھا۔ اس پر یہ کیفیت اسی وقت طاری ہوئی جب وہ کوئی ایکم بنا رہا ہوا تھا۔

جلد ممکن ہو سکے اس عمارت سے نکل بھاگو۔ ”
”وہ بھائی کی ہو گی۔ چلو میرے ساتھ۔ قاسم الٹو۔ جتنی
”آئے کرے میں!“
”ریٹا کہاں ہے؟“ فرید کی نے پوچھا۔
”ام ہے؟“ میدھ متھر انہ اندرا خل ہونے والا فرید کی تھا۔
”آ جاؤ!“ میدھ بولا۔
دروازہ کھول کر اندر رواخل ہو نے والا فرید کی تھا۔
رفعت اور روانہ پر کسی نے دستک دی۔

”وقت نہیں ہے۔ سعیدہ کھاں تھے؟“

تمہارے گھر میں نہیں جانا چاہیے تھا۔ ”

”اچھا“ فریدی کے ہوئوں پر طور پر مسکراہٹ فندر

آئی۔

”کیا شاندیل کہر ہوں؟“ حمید جھنپٹا لیا۔

”وہ نہ رے ساتھ اس کرے میں رہ کری تھی۔“ تم

میں کہتے ہوئے کہ شاید پیری رہنمائی کرنا چاہتی تھی۔

”ہوئی کہوں کہ..... میں بھی بھی سمجھتا تھا میں میں ابھی

لاش کا جانہ ہی لے رہا تھا اس نے شیشے کی ایک گیند جس

میں پیس بھری ہوئی تھی..... نہرے قریب فرش پر بیٹھے

دی..... میں فروی طور پر اس سے خداڑ ہو کر بے حس و

درست ہو گیا تھا۔ وہ اطمینان سے مرگ میں داخل ہوئی اور

اسے باس کو نشانہ پوش کے مارے جانے کی اطلاع دے

دی۔ غلابرہنے کہ وہ پھر ہوئی والے راست کیے ہو تو رکھ کر

کئے تھے۔ اگر میں کہہ دیا تو ہوں گے.....“

”جس بارہ جھیل،“ فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

”جس بارہ جھیل،“ فریدی اٹھتا تھا کہ کھلی فنا

چھوڑ کر دن کی چھٹیں میں دوبارہ اپسیں جائے۔

”جس بارہ جھیل،“ فریدی اٹھتا تھا کہ کھلی فنا

نشست کے کمکے میں سعیدہ اور بیکا پیغمبیر کے

پھر سعیدہ پہلی کا پڑی کی اتواری طرف متوجہ ہو گئی۔

”مکمل کر اہم ہوں گے!“ ریکا بول۔ ”وہ بیکہ سیل کا پا

اور وہ آٹھیں بند کر کے کر کی کی پیٹ کا ہے کھلے گیا۔

”میں گھوڑا، پھر فریدی کی طرف دیکھ لے پھر۔

”میں کوئی نہیں میں نے“

”میں نے تم دونوں کو صرف چھے معلوم کرنے کیلئے بھجا

اپنی چور دوڑا سے اس کی کوئی میں داشت ہوا تھا!“

پھر فریدی تھنیر اس رات کی کہانی دراہما جب ایک

فریدی بھی میں چھکا بے بغنا دیکھے جا رہا تھا!

فریدی بھی میں چھکا بے بغنا دیکھے جا رہا تھا!

اپنی چور دوڑا سے اس کی کوئی میں داشت ہوا تھا!

اپنی چور دوڑا سے اس کی کوئی میں داشت ہوا تھا!

اپنی چور دوڑا سے اس کی کوئی میں داشت ہوا تھا!

اپنی چور دوڑا سے اس کی کوئی میں داشت ہوا تھا!

اپنی چور دوڑا سے اس کی کوئی میں داشت ہوا تھا!

اپنی چور دوڑا سے اس کی کوئی میں داشت ہوا تھا!

اپنی چور دوڑا سے اس کی کوئی میں داشت ہوا تھا!

اپنی چور دوڑا سے اس کی کوئی میں داشت ہوا تھا!

اپنی چور دوڑا سے اس کی کوئی میں داشت ہوا تھا!

اپنی چور دوڑا سے اس کی کوئی میں داشت ہوا تھا!

اپنی چور دوڑا سے اس کی کوئی میں داشت ہوا تھا!

اپنی چور دوڑا سے اس کی کوئی میں داشت ہوا تھا!

اپنی چور دوڑا سے اس کی کوئی میں داشت ہوا تھا!

اپنی چور دوڑا سے اس کی کوئی میں داشت ہوا تھا!

اپنی چور دوڑا سے اس کی کوئی میں داشت ہوا تھا!

اپنی چور دوڑا سے اس کی کوئی میں داشت ہوا تھا!

اپنی چور دوڑا سے اس کی کوئی میں داشت ہوا تھا!

اپنی چور دوڑا سے اس کی کوئی میں داشت ہوا تھا!

اپنی چور دوڑا سے اس کی کوئی میں داشت ہوا تھا!

لواروں نے پھر انداز میں سر کو جبکش دی۔ پھر اس

کی نظر فریدی پر بیٹھا اور دوڑا کو گھوڑا لے

فریدی بھی میں چھکا بے بغنا دیکھے جا رہا تھا!

فریدی بھی میں چھکا بے بغنا دیکھے جا رہا تھا!

فریدی بھی میں چھکا بے بغنا دیکھے جا رہا تھا!

فریدی بھی میں چھکا بے بغنا دیکھے جا رہا تھا!

فریدی بھی میں چھکا بے بغنا دیکھے جا رہا تھا!

فریدی بھی میں چھکا بے بغنا دیکھے جا رہا تھا!

فریدی بھی میں چھکا بے بغنا دیکھے جا رہا تھا!

فریدی بھی میں چھکا بے بغنا دیکھے جا رہا تھا!

فریدی بھی میں چھکا بے بغنا دیکھے جا رہا تھا!

فریدی بھی میں چھکا بے بغنا دیکھے جا رہا تھا!

فریدی بھی میں چھکا بے بغنا دیکھے جا رہا تھا!

فریدی بھی میں چھکا بے بغنا دیکھے جا رہا تھا!

فریدی بھی میں چھکا بے بغنا دیکھے جا رہا تھا!

فریدی بھی میں چھکا بے بغنا دیکھے جا رہا تھا!

فریدی بھی میں چھکا بے بغنا دیکھے جا رہا تھا!

فریدی بھی میں چھکا بے بغنا دیکھے جا رہا تھا!

فریدی بھی میں چھکا بے بغنا دیکھے جا رہا تھا!

فریدی بھی میں چھکا بے بغنا دیکھے جا رہا تھا!

فریدی بھی میں چھکا بے بغنا دیکھے جا رہا تھا!

فریدی بھی میں چھکا بے بغنا دیکھے جا رہا تھا!

فریدی بھی میں چھکا بے بغنا دیکھے جا رہا تھا!

فریدی بھی میں چھکا بے بغنا دیکھے جا رہا تھا!

”اس کے بعد اپاٹک پوپیس آفیروں نے اعلان کیا کہ

ہوئی کی عمارت خڑے میں ہے لہذا لوگ وہاں سے نکل کر

جنباٹ دوڑا سکتے ہوں دوڑیں۔ اور عمارت سے دوڑ پنچ کی

کو شش کریں۔“

”بڑی بیگب بات ہے!“ کرنل گرام سر ہلا کر بولا۔

”بڑی بیگب بات ہے!“ کرنل گرام سر ہلا کر بولا۔

”بڑی بیگب بات ہے!“ کرنل گرام سر ہلا کر بولا۔

”بڑی بیگب بات ہے!“ کرنل گرام سر ہلا کر بولا۔

”بڑی بیگب بات ہے!“ کرنل گرام سر ہلا کر بولا۔

”بڑی بیگب بات ہے!“ کرنل گرام سر ہلا کر بولا۔

”بڑی بیگب بات ہے!“ کرنل گرام سر ہلا کر بولا۔

”بڑی بیگب بات ہے!“ کرنل گرام سر ہلا کر بولا۔

”بڑی بیگب بات ہے!“ کرنل گرام سر ہلا کر بولا۔

”بڑی بیگب بات ہے!“ کرنل گرام سر ہلا کر بولا۔

”بڑی بیگب بات ہے!“ کرنل گرام سر ہلا کر بولا۔

”بڑی بیگب بات ہے!“ کرنل گرام سر ہلا کر بولا۔

”بڑی بیگب بات ہے!“ کرنل گرام سر ہلا کر بولا۔

”بڑی بیگب بات ہے!“ کرنل گرام سر ہلا کر بولا۔

”بڑی بیگب بات ہے!“ کرنل گرام سر ہلا کر بولا۔

”بڑی بیگب بات ہے!“ کرنل گرام سر ہلا کر بولا۔

”بڑی بیگب بات ہے!“ کرنل گرام سر ہلا کر بولا۔

”بڑی بیگب بات ہے!“ کرنل گرام سر ہلا کر بولا۔

”بڑی بیگب بات ہے!“ کرنل گرام سر ہلا کر بولا۔

”بڑی بیگب بات ہے!“ کرنل گرام سر ہلا کر بولا۔

بے کہا سمجھیں وہ دن یاد ہیں یا۔” حمید نے سرگوشی کی۔
”ون سے دن؟“
”اب سے ہزار ون سال پہلے کی بات ہے..... وہ بائے
کہت ہوئی تھی اور تمہارے گیتوں میں بھی کی منہاپٹ بھی
 شامل ہوئی تھی لیکن پھر کی رو جا سی ذوق و شوق کے ساتھ
اس گیت پر افضل کرنی رہتی تھی۔“
”اے بڑی!“ وہ سعدہ کی آواز سنائی دی اور وہ دونوں

ویسے پھر سدھن رہی۔ ”
پھر ہوش آنے پر یقین نہیں آتا تھا کہ زندہ بھی ہے بھر کر مل جسی!
نہیں؟ دو تین بار آنکھیں کھول کر بند کر لیں گے۔
تم بیدار ہیں تو غائب قبر کا خوف مسلط تھا۔ سہما ہو
تھا کہ کیمپ کی پوتے نہیں کسی سوام کے سوالات کریں۔
پھر کب بیک وہ برو بوانے لگا۔ ”ارے بائی پرے! مجھے
مری تو آئی ہی نہیں۔ اے فرشتو بھائیو! اردو میں پوچھنا جا؟
کچھ پوچھنا ہو..... الاقسم میں بالقلل بے گناہ ہوں یہ سایہ
اوھر اوھر والے بہکادیتے تھے!“
اتھے میں کہیں سے کھٹی بجتے کی آواز آئی اور
لے لیا۔ کہتے ہو کر

”اپ نے ابھی پھر بے بارے میں بھی کچھ اظہار خیال
برآمدے، میں کھڑے انہیں گھورے جا رہے تھے۔ ان میں^۱
ڈاکٹر مذل بھی تھا۔
حمدہ حکیمیوں سے ان کی مرف دیکھے جاتا تھا۔ یہاں کیک
سیدھا سے وہیں چھوڑ رکے بڑھتی۔ حمدہ اسی جگہ کھڑا رہا
لیکن فردی کی نہ اسے نہ صرف آواریں وہی بلکہ اسے اس کے
بے کارانہ بھاگتی کی خواہ تھی۔

— ”بیوی۔۔۔ بیوی۔۔۔“ کر مل کر اہم ہاتھ ہلاکر غریا۔۔۔
”میں ہمہیں جیلنگ کرتا ہوں۔۔۔ باہر چلو۔۔۔“ مجید نے
پھیلا کر بولا۔۔۔

گر اہم نے فریدی کی طرف دیکھا۔۔۔
”میں کیا کر سکتا ہوں؟“ فریدی نے لاپرواہی سے
ٹانوں کو جنہیں دی۔۔۔

فریدی نے تیزی سے قدم پڑھائے اور اسے جالیا۔۔۔
”واکر سعیدا!“ اس نے آہستہ سے کہا۔۔۔ تم پڑے
جیب حالات سے دوچار میں بکھول کی ضرر نہ کرو۔۔۔ اس
سے ایک حماقت ہو گئی ہے لہذا انہا پڑے گا۔۔۔“
”آپ کے برواشت کرنے میں ایسے اول جلوں
اویڈ کو۔۔۔“ بھی کھڑا کر اہم کی طرف۔۔۔ بھی
میں کبھی اس کی طرف جانی اور بھی کر اہم کی طرف۔۔۔ بھی
جید کھڑا کر اہم کو لالکار ٹارہا اور رپکا بڑے زرد سل انداز
”خیر اس بحث کو دوسرا سے وقت کے لئے انثار کو۔۔۔“

ایسے بیجا نہ امداد میں دل کر سی
دنخوا سیدہ انہی جگہ سے اٹھی اور حمید کے کوٹ کا گھار
بکھر کر پھینتی ہوئی باہر لے آئی۔ حمید پڑے اطمینان سے
کھنڈتا چلا آیا تھا۔

یہاں تک کہ ہو! وہاں سے جھنجور کر بولی۔
حید خاموشی سے خلاء میں گھورے جاتے تھے۔
”جواب دو،“ اس نے پھر اس کے گار کو جھکایا۔
”میں کیا عرض کر سکتا ہوں محترم،“ حمید اپنے سے
کر نے دو۔ کسی بات پر مجھوڑنے کرو.....!

”تم اس کی فکر نہ کرو،“ پیکا سے سنبھالے گی۔
”خدا رکا کو سنبھالے!“ سیدہ اس نوں ہی ہو نہیں تھا۔

بھٹے بہاں کی لو اپھانہ ہوہ۔
”کہیں جان نہیں پھرستی۔ تم تو جان کو کی ہوئی تھیں۔
اس واکرٹ نڈل کے بجے کے بھاں بھی ایک عدو موجود
ہے۔۔۔ وہ کیا نام ہے ریکا۔۔۔ ریکا۔۔۔ ایسا گت ہے جسے کوئی
سلیم الطبع اور کنڈ پیلاں پھوس رہی ہو۔“
”ہوش کی بائیں کرو۔ تم بخے بید قوف نہیں بن سکتے۔“
کوئی بخے لگا۔
وہ لوگ ذرا اشک روک میں چلے گئے تھے۔
وہ ہمار کار کو جھٹکا دے کر بولی۔
”اب زندہ رہنے والی بخیا نہیں!“
”میں تمہیں جان سے مار دوں گی۔“ وہ اونٹ ٹھیں کر
بڑے ردمیٹک اندر از میں دیکھا رہ۔ پھر ہاتھ اٹھا کر بول۔
”وزرا ٹھہر و.....!“
ریکا نے مار دوں پرے مصرا بہٹا۔
بولی اور کار چھوڑ دی۔

”اپ نے ابھی میرے بارے میں بھی کوئہ اظہار خیال کیا تھا۔“ فتحا مید نے کریم کو غصے اندراز میں مخاطب کیا۔“ اور وہ چونکہ کراس گھورنے لگا۔

”میں اتنے کمزور اعصاب کا آدمی نہیں ہوں..... اپ

— نہیں یہ تینیں
”بیٹھ جاؤ.....!“ کر مل کر احمد ہاتھ ہلاکر غریباً
میں تمہیں جیتنگ کرتا ہوں۔ باہر چلو۔ ” محمد نجف
پھیلا کر بولا۔
گر احمد نے فریدی کی طرف دیکھا۔
”میں کیا کر سکتا ہوں؟“ فریدی نے لاپرواہی سے
شانوں کو جنہیں دی۔
حمد کوہا اگر احمد کو لالکار حارہا اور ریکا بڑے زروں سے اندازنا
میں کبھی اس کی طرف جائی اور بھی کر احمد کی طرف۔ بھی
لے لئی سے فریدی کو خانہ دیکھتی اور سعیدہ کی طرف

ایپے بچیا نہ امدار میں دل کے نہیں
دننہ سیدھا اپنی جگہ سے اٹھی اور حمید کے کوٹ کا گھاٹ
بکھر کر بچتی ہوئی باہر لے آئی۔ حمید بڑے اطمینان سے
کھنڈتا ہجتا آیا تھا۔
”یا تم پاٹھل ہو؟“ وہاں بچھوڑ کر بولی۔
”میں کیا اُر ضی کر سکتا ہوں مجترے؟“ حمید آہستہ
”جواب دو۔“ اس نے پھر اس کے کار کو جھٹکا دیا۔
”میں کیا اُر ضی کر سکتا ہوں مجترے؟“ حمید آہستہ
بولا۔ ”جب تک ایک اور کی بھی روئے زمین پر موجود
ہوں گے۔“

بھے سے بواں ہی لو اپھا رہ ہوہا۔
”کہیں جان نہیں پھوٹی۔ تم تو جان کو گلی ہوئی تھیں
اس ڈاکٹر ٹیڈل کے بے کے میاں بھی ایک عدو موس
ہے..... واہ کیا نام ہے ریکا..... ریکا..... ایسا لگتا ہے جسے کر
سلیم الطبع لوکی گزد پیداں پھوس رہی ہو۔“
”ہوش کی باشی کرو۔ تم نجھے بید قوف نہیں بنا سکتے
وہ ہمار کار کو جھٹکا دے کر بولی۔
”اب زندہ رہنے والی نجھے یا نہیں!“
”میں تمہیں جان سے مار دوں گی۔“ وہ انت پڑیر
بولی اور کار چھوڑ دیا۔

جیسے ہی وہ وہاں پہنچ کر گئے سے قبیلہ بلند ہونے
گے..... وحشیانہ قبیلہ۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے
بہت سے بند ریک وقت چھٹنے لگے ہوں۔

بہت سے بند رہیں دے پڑتے تو اسی سے
یہ..... یہ..... قیا ہے؟ ” قاسم کی آواز ان کے شور میں
دپ کر رہ گئی۔ پھر قاسم اپنے ساتھیوں کی طرف ہٹا اور اس
کے پیروں تملے سے زمین نکل گئی۔ وہ دونوں وہاں نہیں تھے۔
وہ اس طرف دروازے پر جھپٹا جس سے گزر کر یہاں
تک پہنچا تھا لیکن دروازہ بند ملا۔ اس کے پہنڈل پر کافی زور
آزمائی کرنے کے باوجود بھی وہ وہاں سے نکل بھاگنے میں
کامیاب نہ ہو سکا۔

و حشی عور توں کا شور بڑھتا جا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا
جیسے وہ ان کٹھروں کو توڑ کر باہر آ جانا چاہتی ہوں۔
”ارے کیوں میرے کان کھار ہی ہو۔ چوپ راو۔“
قاسم غصہ سے سرخ ہو کر دھڑا۔
لیکن پھر یک ڈھنی رو بہک گئی اور وہ بے حد خوفزدہ
نظر آنے لگا۔

”یہ ہے عذاب۔ ارے باپ رے۔ اب قیاقروں۔ میں
واکئی مر گیا ہوں..... کتنا لاحول پڑھتا تھا زندگی میں کہ یا
لیوں کا خیال نہ آئے..... مگر آتا تھا سالا۔ اب یہ عورتیں۔
ارے باپ رے..... الامیری توہہ!
وہ زور زور سے منہ پینے اور گڑ گڑانے لگا شور پڑھتا
پھر ایک کٹھرے کا دروازہ خود بخود کھٹا کے کے ساتھ کھل گیا
اور ایک عورت اس میں سے نکل کر قاسم کی طرف چھٹی۔
”ارے ارے!“ قاسم بوكھلا کر پچھے ہٹا۔

ارے ارے۔ اب سو ریپے ہے۔
وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کٹھرے کی طرف کھینچنے لگی۔
”آلا قسم..... توبہ ہے توبہ ماف کرو!“
عورت نے اس کے گریبان پر جھپٹا مار اور اس کی قیچی
کے چیخڑے اڑ گئے۔

قاسم کسی خوفزدہ چوپائے کی طرح ہانپر ہاتھا۔
آہستہ آہستہ اس کا ذہن بھی تاریکی میں ڈوبتا رہا،
اس سے ہوش نہیں کہ اس کے بعد کہا ہوا تھا۔

حید کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ شام کے سے اس نے
محوس کرنا شروع کر دیا تھا کہ وہ لوگ پھر کسی الجھادے میں
پڑنے والے ہیں۔ کرتل جی۔ ڈبلیو شیلڈ اسے اچھا ہدمی نہیں
لگا تھا۔

کر کے کھا۔ میز پر بکرے کی مسلم ران تین مرغ مسلم اور تقریباً پانچ چھ پاؤں کو لڈ کوٹ بیف موجود تھا۔ اور ایک طرف تنوری روٹیوں کا ذہیر نظر آرہا تھا۔

”اچھا۔ اچھا۔ یہ بات ہے۔“ مردہنس پڑا۔

”ہے نایبی بات!“
”میں یہ بات نہیں۔ تم یہاں کل ہی پہنچے تھے نا اور تم
لے سیٹ میں قیام کیا اور کل دوپھر کا کھانا وہیں کھایا تھا۔ کیا
میں لالاط کہہ رہا ہوں۔“

”ہاکل سنتھ نے بھائی صاحب!“
بس تو پھر کھاؤ۔ تم ہمارے مہمان ہو۔ ایک جگہ بے
ول پڑے تھے۔ ہم لاوارٹ سمجھ کر اٹھالائے۔
”ہاں..... ہاں..... میں لاوارٹ ہی ہوں.....!“ قاسم

”اے بیوی کر بولا۔
”اب کھاؤ بھی نا.....!“ عورت اس کا شانہ تھپک کر
دل۔ ”ورنہ مادرو نے لگو گے۔“
مام کا نے پر ٹوٹ پڑا۔ وہ دونوں اس کے قریب ہی
کھڑے تھے کہ اشنا کے کلے عالمہ تھا کہ انہیں

لے رہے تھے۔ میں قاسم کے اسہاک کا یہ عام حالت اب تک
اسی کمالے کو نہ پڑھتا۔
اوہ جیسے کھانے میں وہ کھا چکا تھا اور دونوں اتنی دیر تک
کھانا کا درجہ تھے۔
”لا فروں..... بھائی صاحب!“ قاسم نے نیک پ

اگر ساف کرتے ہوئے بوچھا
اور امورت ملکر آئی۔
ایسے میں اپنے اپنے لوگ فرشتے نہیں ہیں۔
لہو لکھ کی۔ لیکن مذاپ کے فرشتے نہیں ہو سکے
لگائیں گے۔

لے کر اپنے اکل ۲ نے لیکن اب ان کا رخ اور
تمام کام کو اپنے لے چکے تھے۔

..... اور ای گزر کر دہا یک بجیب کی جگہ
..... لٹھ رے تھے جن میں بجیب
..... اسی قدر آور تن و تو شر
..... آنکھ

کھو لے بغیر کھکھیا تارہا۔ کر کھلے۔ تو قیا نہیں مر غیا!“ قاسم نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کھلے۔ کسی نے اس کا شانہ پکڑ کر جنپ جھوڑ دالا اور قاسم آنکھیں کھڑے ہوئے آدمی نے کہا۔

آدمی ہوں..... ہی، ہی، ہی.....!

گزگزانے لگا۔ ”آگئے! آگئے ہائے قبر میں بھی سخنی لگی ہوتی“ کہیں یہ تو نہیں سمجھ رہا ہے کہ یہ مر گیا ہے!“ پچھے ہے..... آجائیے..... قون صاحب ہیں جناب.....؟“

دوںوں ہاتھوں سے کلیچہ دبار کر اہا۔ ”ہائے ہم بھی عورت بن کر آئے ہو۔ اب میں قیا قروں؟“

”دیکھو دوست!“ عورت کے پیچھے کھڑے ہوئے مر نے کہا۔ ”تم سو فیصد زندہ ہو۔ فکرناہ کرو۔“

”یہ اس طرح آنکھیں نہ کھولے گا۔“ نسوانی آواز پھر سنا کی دی۔ ”اس پر ایک بالٹی پانی الٹ دو۔“

”مطلوب یہ کہ یہاں آرام سے رہو۔“

”ہمیں تو کیا الامیاں لے یہاں بائی ہوئی ہے۔“
نے کہا اور مارے حیرت کے نہ صرف انھوں کر بیٹھ گیا بلکہ
آنکھیں بھی کھول دیں۔ بس ذہنی رو بہک گئی تھی۔
سامنے ایک خاصے تن و تو ش والی عورت کھڑی نظر
قاسم کراہتا ہوا انھا۔ جوڑ جوڑ دکھتا محسوس ہوتا تھا۔
ز سار اور وہ لڑکھ اتا ہوا چل پڑا۔

”فریتے؟“ قاسم اپلے
”عورت بن کر قیوں آئے ہو؟“ میرا متحان لینے!
”تم ہوش میں ہو یا نہیں؟“
”میں بہت اچھا آدمی ہوں.....بس کبھی کبھی سنک جاتا
”جس سماں اچھا!“ قاسم روہانسا ہو کر بولا اور پیٹھے کا
”سمس.....سی.....ارے باپ رے!“ قاسم اپلے

ہوں۔ ”
”کیا بکر ہے ہو؟
”اچھا لے لو امتحان..... دینخو..... تھنا شریف آدمی
ہوں..... تم ایسی پتلون پہنے ہوئے ہو اور پھر بھی میں
کہاں میسر؟ ”عورت بولی۔
”تم کھانے کی میز پر بیٹھے ہو اور یہ سب مرے
دیکھ کر ندیدے بچوں کی طرح منہ بھی چلانے لگتا تھا
سی شکل ہو رہی تھی اس وقت۔ بسورے بھی جارہا تھا
”بی بہت اچھا! فا مر دہسا، در پردہ..... ہوں۔ ”

”ہوش کی باتیں کرو درنہ اٹھ لے کا دینے جاؤ گے!“ ”تو پھر تمہیں قیسے معلوم ہو اکہ میں اتنا کھانا کھاموش ہوں۔“ ”میں تو کہہ رہا تھا..... کہ دینجو..... میں کتنا شریف اور یہ سب کھاتا ہوں؟“ قاسم نے کھانوں کی طرح

ہال ہال۔ ”ذی۔ آنی۔ جی سر بلکر بولا۔ ”میں اپنی
خانے میں رکھو گے۔ ”

”امیکی کوئی بات نہیں باورا صل یہ آپ کو بعض لوگوں
سے محفوظ رکھنے کے لئے کیا جا رہا ہے۔ ”

”اس کی فکر نہ کرو۔ اس جسم کے ساتھ زندہ رہنے پر
بینہ جائیے۔“ فریدی نے کرسی کی طرف اشارہ
میں موت کرنا بچ دوں گا۔ ”

میدہ بھی انھے بیٹھا اور دل ہی دل میں خوش ہونے لگا کہ
البھاں سے نکل بھاگنے کا خدش نہیں رہا۔ زیکا اسے پسند
کے لئے کیا کیا جا سکتا ہے۔ ”
”میں وہاں اس لڑکی کے ساتھ رات بھر نہیں کر سکتا۔
حقیقتاً اس سے وحشت زدہ ہو کر میں نے بھاگ جانا چاہتا تھا۔
”اچھی بات ہے۔ آپ بھاں اس پیلگ پر آرام
کریں۔ ”فریدی کی اٹھتا ہوا بولا۔
”اب آپ مجھے وحشت زدہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ ”حمد
بخارا تھا۔
”بھاگنے کے لئے جاری ہے اس اٹھی دور میں.....!“ فریدی
بول پڑا
”تم اسجا، اسجا، اسجا، تم حاکم رہو گے۔“ فریدی کا نے

5

وہ خود اب بھی بھی نہیں ظاہر کر رہا تھا کہ کسی قسم کے ذہنی
فتوح میں بھٹلا ہو گیا ہے، کیوں کہ فریدی نے اس کی اس
درست پر سرزنش نہیں کی تھی۔ اس کا مطلب بھی تھا کہ وہ
جو کچھ کر رہا ہے اس کی رضی کے خلاف نہیں۔
وہ اپنے کرے میں تھا تھا۔ تو۔ آئی۔ جی اور سعیدہ
ایک کرے میں رکھ کر کے تھے۔ فریدی کا بزر بھی محمد ہی
والے کرے میں قائم ہیں رات کے کھانے کے بعد محمد،
فریدی کو سکی بجٹھ میں الجھا چھوڑ کر اپنے

کرے میں چلا آتا تھا۔ پھر دو ٹھنڈے گزر جانے کے بعد بھی اس کی واپسی نہ ہوئی۔

محمد اس وقت کھڑکی کے ترتیب کھڑا باہر چلے ہو۔

اندھیرے میں گھور رہا تھا۔ مردی معمول کے مطابق تھی۔

محمد نے پائپ میں تمباکو بھر لئے وقت سوچا اُز بیج ڈال کر سلسلہ پہاں اس ویرانے میں کیوں مقام ہے۔ ویسے وہ اس کا ایک خدا تر س اور شریف آدمی معلوم ہوا تھا اور اس کا لوگوں کا کیا پوچھنا وہ تو اس کے پاگل پن میں بڑی شہنشہ کی طرح تھا۔ وہ کیوں خفا ہو رہی تھی اس درست پر۔

کامیاب طلب تھا۔ وہ کیوں خفا ہو رہی تھی اس درست پر۔

رعنیا وہ کسی قسم کی آواز سن کر جو کچ پڑا اُواز مرف مراحتی تھا کہ فریدی کو بے اہلی دروازہ بند کر ہوئے رکھا۔

”تم بھی تک جاگ رہے ہو؟“ اس نے محمد

بوجھا۔
”کیا مجھے بوجانا چاہئے تھا۔“
”انتا جتنی تو نہیں سمجھتا تھیں جیسے!“
”کیا مطلب؟“
”تم خطرے میں ہیں۔“
”میشہ تھی خطرے میں رہتے ہیں۔“ محمد بن زار کی
بول۔ ”کوئی نئی بات کہئے!“
”نشی بات یہ کہ سعیدہ اپنے کمرے میں بے خبر سو
لگیں گے۔ آئی۔ جی۔ صاحب کا بائز غالی ہے۔ میر
انہیں پوری عمارت میں ڈھونڈ لے۔“
”اور وہ دونوں باپ میںی۔“
”وہ بھی ایک کمرے میں سوئے پڑے ہیں۔“

卷之三

وہ خود اب بھی بھی نظر کر رہا تھا کہ کسی قسم کے ذہنی فندر میں بیٹلا ہو گیا ہے، کیوں کہ فریدی نے اس کی اس درست پرسر زندگی نہیں کی تھی۔ اس کا مطلب بھی تھا کہ وہ جو پہلے کر رہا ہے اس کی رضی کے خلاف نہیں۔ وہ اپنے کرے میں تھا تھا۔ ذہنی۔ آئی۔ جی اور سعیدہ ایک کرے میں رکھے گئے تھے۔ فریدی کا بہتر بھی تمدید ہی والے کرے میں تھا لیکن رات کے کھانے کے بعد تمدید، فریدی اور ڈاکٹر مسٹر کوسی بجٹھ میں الجھا چھوڑ کر اپنے کرے میں چلا آیا تھا۔ پھر دو چھٹے کرنے کے بعد بھی اس کی واپسی نہ ہوئی۔

محمد اس وقت حضری سے رہب صراحت پیش کیا۔
محمد نے پائپ میں تمباکو بھرتے وقت سوچا اُنہیں کیا کہ
شہل بیال اس ویرانے میں کیوں مقیم ہے۔ ویسے وہ اس
اک خدا تریس اور شریف آدمی معلوم ہوا تھا۔ اور اس کا
لوگی اس کا کیا بو جھنا وہ تو اس کے پاٹھل پن میں بڑی شہریت
سے دیکھی لے رہی تھی۔ یعنی آخر سعیدہ کی برافروختگی
کا کام مطلب تھا۔ وہ کیوں خفا ہو رہی تھی اس درکت پر
دنعتا وہ کسی قسم کی آواز سن کر جو نکل پڑا آواز
مrf مژا ہی تھا کہ فریدی کو بے آنکھی دروازہ بند کر
ہوئے رکھا۔

بوجھا۔
”کیا مجھے سو جاننا چاہئے تھا۔“
”انتا حق تو نہیں سمجھتا تمہیں با۔“
”کیا مطلب؟“
”تم خطرے میں ہیں۔“
”میش ہی خطرے میں رہتے ہیں۔“ محمد بیزار کی
بول۔ ”کوئی نئی بات کہئے؟“
”نشی بات یہ کہ سعیدہ اپنے کمرے میں بے خبر سو
لگیں گے۔ آئی۔ جی صاحب کا بائز غالی ہے۔ میر
انہیں پوری عمارت میں ڈھونڈ لے۔“
”اور وہ دونوں باپ میں۔“
”وہ بھی ایک کرے میں سوئے پڑے ہیں۔“

卷之三

”تو پھر..... تو پھر..... پاہوں فی طرح بس پیول رہی بولی۔ ”کچھ بھی کرو..... آلا نجھے مان کر دے..... تو پھر..... پیشی!“

”آتئے دنوں کے بعد ایک مرد کھائی دیا تھا خوشی کے دینما جائے گا۔“ ”نہیں!“

”کتنے دنوں بعد.....؟“

”لہوڑے پانچ سال بعد..... اور یہاں تو سب مجھیکر اپیے آلا میاں!“ وہ حل پھاڑ کر پیچا۔

اتئے میں سامنے والا دروازہ کھلا اور وہی مورت داخل ہوئی جس نے قاسم کو یہاں تک پہنچایا تھا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے؟“ کہرے کے قریب آ کر بولی۔ ”لے فرشتے بھائی!“ قاسم ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ”مانی دلوا

”تھی!“

”آتئے دنوں کے بعد ایک مرد کھائی دیا تھا خوشی کے دینما جائے گا۔“ ”نہیں!“

”کتنے دنوں بعد.....؟“

”لہوڑے پانچ سال بعد..... اور یہاں تو سب مجھیکر اپیے آلا میاں!“ وہ حل پھاڑ کر پیچا۔

اتئے میں سامنے والا دروازہ کھلا اور وہی مورت داخل ہوئی جس نے قاسم کو یہاں تک پہنچایا تھا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے؟“ کہرے کے قریب آ کر بولی۔ ”لے فرشتے بھائی!“ قاسم ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ”مانی دلوا

وہ بے چوں وہم اپنگ کے پیچے گھر گیا۔ اس کے بعد جمید نے جو سب سے پہلا کام کیا تھا وہ یہ تھا کہ پیر و میکس بجادا۔ پھر کھڑکی کے قریب والا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ اب باشیعے کے بائیں بازوں میں تھا۔ ہوش ہے ورنہ اس کے اس ریمارک پر ہزاروں سنائی۔ کارخانے کی گردان پر ہاتھ رکھ کر ”چلو یارا“ جمید ذکر آئی۔ جی کی گردان پر ہاتھ رکھ کر فریڈی پکھ نہ بولا۔ جمید نے سوچا، شاید سعیدہ بے ہوش ہے ورنہ اس کے اس ریمارک پر ہزاروں سنائی۔ اسے آگے کی طرف دھکیتا ہوا بولا۔ اسے آگے کی طرف دھکیتا ہوا بولا۔ ”چل تو رہا ہوں۔“ باشیعے سے نکل کر وہ ڈھلان میں اترنے لگے۔ یہاں ان عمارت کے باہر سے بھی فائر ہورنے تھے اور اندر سے بھی۔ یہ اندازہ کرنا شوارٹا کر فریقین میں کون کہاں ہو گا۔ وہ لوگوں سے پہکا کھڑا رہا۔

”یہیں..... یہ اور بہت کی گور تھیں..... اس نے چارو دوڑا۔“

”تم کس سے پریشان کر رہی ہو؟“

”بالکل نہیں۔ پڑھ نہیں کیوں تو بھٹا کر رہا ہے۔“

”احمق بام جاؤا۔“ اس نے قاسم سے کہا۔

”نہیں یہ باہر نہیں جائے گا۔“ کہہ رے والی گورت غرائی۔

”بھول، بھول!“ وہ ماتھ جھٹک کر بولی۔

”بھول، بھول!“ میں کروانے لگا۔ ”اے“

”اے بادشاہ!“ قاسم کے حلق سے بے ساختہ قسم

”اے بھول اور وہ بحمدے میں کر کر گواہانے لگا۔“ اے

”بھول اور وہ بحمدے میں توبہ کر ٹاہوں۔

”بھول کرو۔ میں تو بھول تو بھول۔“

”اللہ تعالیٰ کی گورت پر نہیں الجماں عا۔“ اے اللہ

اندھیرے میں مار کھا جانے کا خدشہ زیادہ تھا۔ پھر اس علاقہ دیکھا بھالا نہیں تھا۔ اس نے سوچا مناسب بھی نہیں ہے کہ وہ اسی جگہ پھرے اور حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہے۔ فاسم کو ہوش آیا تو نو دو ایک کوئی کہہ رکھنے کا نہیں۔ اگر بے ہوش ہو جانے کا رادہ کر ہی تھا کہ اپنا کم عقل ٹھکانے کیلئے سمجھا تھا جس چیز کو وہ اس دھشی حورت کا زانو نہیں۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیر دیکھا گئی۔ اور وہ بڑے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر دیکھا گئی۔ پوری پتوں نہیں سمجھے میں آتے ہی قاسم کی گئی۔ پوری پتوں نہیں سمجھے میں آتے ہی قاسم کی گئی۔ فوراً اپنے گناہ یا وہ آگئے۔ اکثر اپنی بیوی کا جی جلانے کے بعد مجھے وہیں رکھا گئے۔

”میرے سی ملکر لرو..... اسے ہو ہو ہو ہو!“
”کہاں کی نہیں؟“ مورت اسے بخوبی ہوئی بولی۔
”بڑا رہ... گھلانے کرو.... شاید الامان کرو!“
”اں مورت نے اپنی حرکت کی کہ قاسم بدمکھا کر
اٹھ کی اور اسے آنکھیں چھاڑ چھاڑ کر دیکھنے لگا۔
”بلیں خاموشی سے پیچے ہٹ جاؤ۔“
وہ پیچے ہٹتی ہٹتی دیوار سے جاگی اور جین جیکت میں
بلوس مورت نے کہرے سے لگا ہوا ایک پیش سوچ دیا۔
”اس کی طرف وصیان دے بخیر آنکھیں
بیٹھ آ جماں..... ازماں میں نہ
خاک دنوں تھی پھر روی تھیں۔“

لطف کیا۔ لڑکی کی ہوئی فیضان سرے میں امداد پر
ہونے کی وجہ سے پکھے بھائی نہ دیتا تھا۔
اس بار اس نے آواز پہنچانی لی۔ یہ فریدہ کی کے علاوہ اور
کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔
محمد نے آگے بڑھ کر دروازے کو کھول دیا۔ اور آہستہ
تو بے..... وہ تو میں یوں نہیں مل کھانا تھا۔
پھر وہ منہ پیشے ہی وala تھا کہ سورت دونوں ہاتھوں
اس کے گوال سہلانے لگی۔
”لے اللہ..... مم..... مم..... ماف کر دے میر
گناہ..... اب نہیں قبول گا..... ارسے باپ رے
”اپ کی چار پانی کے نیچے۔“
”میں ساتھ لے کر نکل جلو۔“

کہر سے نکلتے نکلتے ٹھوکر کھائی اور منہ کے مل نزش
وہ آگر اس کے بعد کہرے کا دروازہ خود بخود اپنی جگہ پر
واپس آگیا۔
جیسی دلی محبت نے قاسم کو سہارا دے کر اخھایا۔
”ہمارے بھائی..... الا کی تم بچالو..... مجھے بچالو۔“ وہ
کو گرد پایا۔
اس کے بالوں پر گرفت سخت کر
”میں گورت ہوں مر دیں۔“
”نہیں۔ اب مجھے اور نہ چھکاؤ..... تم فرشتے ہو..... اگر
”آج ماریں مار تاہو ابلا۔“

دوںوں باہر نکلے۔ اندر چھرے میں فریدی کا ہوئی نظر
پیاسا کا کھا کر اٹھا تو آئا تھا صرس مجاز کر کر دیا۔

بولا۔
”میں کیا ہو کیا ہے۔ یوں اتنے پریشان ہوا
بھی۔“
”میں تم بول بھی سکتی ہو۔ اردو بول سکتی“
”تھیں کر میں تو سمجھا تھا۔ ازراقہ و فرقہ سے پاک کرنا
گئی ہو۔“
”نہیں ذیر نہیں میں کی پیدوار ہوں اور اونوں
فرست کلاس فرست ایکم اے ہوں۔ پوری فیکٹی میں
کیا تھا میں نہ۔“
”تم نہیں کیا بات ہے؟“
”بھال سے نکل چلئے۔ خطرہ ہے۔“
”تم نہیں بتاؤ کیا بات ہے؟“
”امے چلو۔“ جیدا سے دروازے کی طرف دھکیتا ہوا
بولا۔

آیا۔ وہ کانٹھے پر کی لو اٹھائے ہوئے تھے۔
”میرے پیٹھے چلے آؤ۔“ فرید کی نے آہستہ سے کہا۔
”اس عذر اب کو تو میں چھوڑ جائے۔“ مجید بولا۔

اس گورت کو دیکھنے لگا جو بجا ہے خود ایک پوری ہو رہی تھی۔

”اُرے۔“ مورت بھل پڑی۔ ”یہ تو آئینے ہیں۔“
”نہیں۔“ قاسم اچھل کھڑے ہو کر دیکھو۔ ”
”اچھا احمد آؤ۔۔۔ پہاں کھڑے ہو کر دیکھو۔“
قاسم نے اس کی باتی ہوئی جگہ پر کھڑے ہو کر چاروں
گرد نظر دوزائی۔ کہہ سے ہی کہڑے نظر آئے۔ لیکن اب
خوار سے دیکھا تو ہر کہہ سے مل صرف وہی مورت نظر
کے کھو دی پہلے جھک مارتا رہتا۔
”جس کے ساتھ پھر دیر پہلے جھک مارتا رہتا۔
یہ کیا قصہ ہے؟“ قاسم نے بوکھلائے ہوئے لمحے میں

بیف کافی ہو گا۔ ”
”چلو اس کا انتظام ہو جائے گا۔“
”میں چلوں نا بھاں سے۔ قاسم نے پلٹ کر کہہ رے
کی طرف روکھتے ہوئے کہا۔
”چلو..... سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کسی بات پر یقین
کیوں نہیں کرتے۔“
”وہ اسے پھر ڈانگک رومن میں لائی۔..... میں میر خال
خی۔“

”لوکاؤ“ اس نے بڑے پیارے قاسم سے کہا۔
”مکھ..... کھاتا ہوں۔“ قاسم پانتا ہو اپلا اور کرسی پر
دیو پیکر دیوار سے لگا کھڑا ہاتھا۔ پھر کچھ دیر بعد اپنی
خواجہ سعیدہ بھی بھی سوچ رہی تھی کیونکہ میرے ہمراں
آڑھل دن ہی دن فریدی نے شہر پہنچ کی کوشش کیوں
نہیں کی۔
خواجہ سعیدہ بھی بھی سوچ رہی تھی کیونکہ میرے ہمراں
خیالِ محمد کے ذہن میں آیا تھا۔ وہ فریدی سے بھی سوال کر رہی تھی۔
”میں کیا کرتا۔“ فریدی بولا۔ ”تمہارے ذمہ دار کی
حال اسکی نہیں تھی کہ انہیں تمہاں چھوڑ دیا جاتا۔“
”میں اس کا کوئی تمہارا ہوا نہیں۔“ میرے ہمراں خصوصی

بھپٹ پڑا۔ حورت پیچے ہنی اور وہ اپنے ہنی زور میں زمین پر آ رہا۔ قاسم اس پر مواد ہو جانے کی نیت سے آگے بڑھا ہی تھا کہ حورت نے ہاتھ اٹھ کر اسے اپنا کرنے سے روک دیا۔ قاسم متوجه افسوس از میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔ دیو پنک جسے کراچیا ہے ہی پڑ رہا۔۔۔۔۔ اس نے دوبارہ اٹھ کی کوشش نہیں کی تھی۔

”اس کا فیصلہ پھر ہو گا۔“ فردیہ نے کہا۔ ”آپ ہے بتائیے کہ آپ مہاں کس سلسلے میں آئے تھے؟“

”میں مہاں ہر سال بیرون گز نہ رنے آتا ہوں۔“

”کبھی ان اطراف میں بھی آنے کا اتفاق ہوا ہے؟“

”کیوں نہیں۔“

”تیر پہنچ جاؤ۔۔۔۔۔ کھاتے کیوں نہیں؟“ حورت نے۔

”کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ شہر پہنچ کے لئے کون سی سمت اختیار کی جائے؟“

”میر اخال سے آگر کوشش کروں تو شہر پہنچنا آسانا۔“

”اٹھ کر کہیں تمہیں پریشان نہ کرے۔“

”تھیں تم اس کی فکر نہ کرو اپنے جاؤ۔“
”تم نے بیٹھ کر کھانا شروع کر دیا۔ لیکن وہ پر تشویش
میں سے دیوبندی کو دیکھ جا رہا تھا۔
اس کی بوریش میں وزرا برابر بھی تبدیلی نہیں ہوئی
کاشت کے لئے زمین ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔
”دیپن حیدر!“ سعیدہ غضینہ کا ہو کر بولی۔ ”تمہیں
شرم انی چاہیے۔ تم اپنے آپ سے اس لمحے میں گفتگو کر
رہے ہو۔“
”اگر مجھے اپنا انتہا قبول کر لیں تو میں آپ کو بھی
بھروسہ دیتا ہوں۔“
”تم نے اپنا انتہا سے چھوڑ کر ”بکھل رہا ہے“ کہتا
انگلتان کی شہزادی تسلیم کر لوں گا۔“

جید کے ذہن پر جلاہٹ طاری تھی۔ وہ سورج رہا تھا کہ آزر کا دن ہی دن فریبی نے شہر پہنچ کی کوشش کیوں نہیں کی۔ خدا جسیدہ بھی ہی سوچ رہی تھی کیوں کر پسے ہی اپنی تھی۔ بیٹھا جسیدہ کے ذہن میں آیا تھا۔ وہ فریبی سے بھی سوال کر پسی۔ ”میں کیا کرتا۔“ فریبی بولا۔ ”تمہارے ذمہ میں کی کوشش کی کہ انہیں تھا چور دیا جاتا۔“ حالت اسکی نہیں تھی کہ اپنیں تھا چور دیا جاتا۔ ”میں اس کا کوئی نہیں ہوں۔“ ذی۔ آئی۔ جی غصیل بچے میں بولا۔

”اس کا غصیل ہم ہوگا۔“ فریبی نے کہا۔ ”آپ ہے تا پسے کہ آپ بہال کس سلسلے میں آئے تھے؟“ ”میں یہاں ہر سال سینما گزار نے آتا ہوں۔“ ”بھی ان اطراف میں بھی آئے کا اتفاق ہوا ہے؟“ ”یوں نہیں۔“

”کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ شہر پہنچ کے لئے کون سی سمت اختیار کی جائے؟“ ”میرا خیال ہے اگر کوشش کروں تو شہر پہنچنا آسان ہو گا۔“

”مال ہے بھی!“ جسیدہ سر ہلا کر بولا۔ ”وکیا ہم کد تو کی کاٹھ کے لئے زمین ڈھونڈتے ہم رہے تھے۔“ ”دیکھن جسیدا،“ سعیدہ غضباناک ہو کر بولا۔ ”تمہیں ” ”فڑول کی باشیں مت کرو۔“ فریبی نے سخت بچے سے دیکھ رہے۔ فریبی کہی سوچ میں تھا اور ذی آئی جی انگستان کی شہزادی تسلیم کر لوں گا۔“ ”وہاں کہیں ” ”اگر یہ بخے اپنا ماتحت قبول کر لیں تو میں آپ کو بھی رہے ہو۔“

”میں کہا۔“ سوچ ابھی بہاریوں کی اونٹ میں تھا اور مشرقی اونٹ خدا و میں گھرے جا رہا تھا۔

نظر تک گہرے سر کی چھکن کو کوپیاں کی اونٹ میں تھا اور مشرقی اونٹ جسیدہ اور جسیدا کی اونٹ میں تھا اور میں تھا اور ذی آئی جی نظر تک گہرے سر کی چھکن کو کوپیاں کی اونٹ رہے۔ فریبی کہی سوچ میں تھا اور ذی آئی جی جسیدہ کا دل چاہا کہ وہاں اسکی مل رہی پہنچ بیٹھے سو جائے۔

جسیدہ کا دل چاہا کہ وہاں اسکی مل رہی پہنچ بیٹھے سو جائے۔

کے بھی جذبے کا بوجہ سہارنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اس نے بڑی بے تو جنی سے ان سب کے پیغمبر پر نظر میں ڈالیں اور وہاں سے اٹھ کیا۔
سمی نے بھی پچھے پوچھنے کی اس سے ضرورت نہیں بھی اور وہ ڈھلان میں اترنا چلا کیا۔ ایک چھوٹی سی طے بیان کے ذریعہ برکت کر اس نے دو چار کمر کی سامانیں لیں اور پھر اسی پہمان پر لیٹ کیا۔ آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں۔ اوہنکے ہونے کے سامنے میں سے کسی

”اے جھاۓ تو بتاؤ پہلی رات کیا ہوا تھا؟“
”نئے صرف اتنا یاد ہے کہ جب میری آنکھ کھلی تو
س نے موس کیا تھا کہ اندر چھرے میں پکھ لوگ لوڑے
کرت پڑی رہی۔ پکھ دیر بعد پھر کوئی کرے میں داخل ہوا
میں اے تیر کے ہٹا کر گئے پھر بارہ نہیں

یہیں اس وقت اسی سے انکی جلن لگ رہی تھی کہ بس جی
ہو گا۔ وہ بے بسی سے بیچے دیکھتے رہے وہاں کئی نہیں نظر آئیں
جاتا تھا کہ پر اتنی زور دار لات رکھ کرے کہ وہ پھر وہ اور
ناؤں پر لڑ جائی ہوئی بزر اروں فٹ کہہ کی کھڑے میں جا کرے
ہمال چور چور ہو جائیں اور گوشت چھپڑوں کی خصل میں
بھونے جانے والے مسلم جانوروں کے گوشت کی سوندھی
نوشبو اور تک ہٹک فضا میں منتشر ہو رہی تھی۔
”کیا آپ اس کے بارے میں کچھ بتا سکتے گے۔“
”اور تک بھر جائے۔ یہی وہ بیٹھ پر مہر کی سل رکھے
ہے زاری صد سے بڑھ کی تو اس نے فریدی سے کہا۔
فریدی نے دیکھا۔ جی کو مخاطب کیا۔
”تمہی کیا واثت میں سے شکار ہوں کا کہس بنے۔“ وہ

دوسری جانب اشارہ کر کے بولے۔ ”اوھ سینکڑی والے دباؤں اور بڑے بالوں والی بکریوں کا شکار ہوتا ہے۔“
”یعنی شیخ کا راستہ تو نظر نہیں آتا۔“
”یہاں کتنی بجہ اپنی پچھوٹی پچھوٹی کھائیاں ہیں اور نہ کام کر سکا اور نتھے سکا۔“

سائیں لینے لگا جیسے کچھ سوچنے کی کوشش کر۔ ”میں لگاتا ہوں پھلائیک..... اللہ مالک ہے۔“ محمد
محمد کی سانس لے کر بولا۔ فریدی نے اسے گھور کر دیکھا۔ پھر وہ
”کہیں واٹھی ان کے زہن پر کوئی براثر نہ ہوا!“ سعیدہ
نے فریدی سے کہا۔ انداز میں پچھہ سوچنے لگا۔ پھر مسکرا کر
لیں اس پاس انگاروں پر کوشت بھونا جا رہا
گھورتا ہو ابوالا۔ گھورتا ہی رہا اور پھر نہایت تجدید کی سے کہنے

لے اس امر پر ہی ویریافت کا سہرا اس
کیا تمہیں پایا ہے کہ تم یعنی ہر ارسال پہلے بعلک میں جو جی
یوس کی بکریاں چریا کرنی تھیں اور مقدمہ کی طالی اپنائی نے
تمہارے گرد پھر لگانا چھوڑ دیا تھا..... اور تم کا ہم ان غرض کے
بیرون کی وصول اپنے سر پر ڈال ڈال کر بیٹن کرنی تھیں! لیکن
انہوں نے تمہیں معاف نہ کیا وہ میں ہی تھا جس نے تمہیں
زینون کی ہری ٹھنڈی دی تھی اور تمہیں یقین دلا کر مژدہ سنایا
تھا کہ میں اس بھرے شہر میں تمہاری پاکیزگی پر یقین رکھتا
تھا..... میں نے تمہارے لئے کیا نہیں کیا، لیکن تم اپنی وہ بڑی
عادت نہ چھوڑ سکی تھیں۔ بکریوں کے ٹھنڈوں میں مذکور کار

”اچھا ہے تو بتاؤ پھر ایسا کیا ہوا تھا؟“
”مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ جب میری آنکھ کھلی تھی تو
میں نے مسوس کیا تھا کہ انہیں بھی تو میں پکھ لوگ لوڑے
تھیں..... پھر فائزون کی آوازیں سنتی رہی تھیں۔ بے حس و
حکمت پڑیں رہی۔ کچھ دیر بعد پھر کوئی کہرے میں داخل ہوا
اور میری کنٹھیاں دیا گئیں۔ میں بے ہوش ہو گئی۔ پھر یاد نہیں
کہ کیا ہوا۔“
”تم نے کرنل سے پوچھا تھا کہ کیا بات تھی۔“ حیدر
پائپ میں تمباکو پھر تابو اپولے۔
”خالی پیٹ پائپ پوکے تو آنٹیں حلوق میں آ جائیں
کی..... اسے رکھ دو۔“ وہ اس کے ہاتھ سے پائپ پھینکی ہوئی
بومی۔ ”انہوں نے مجھے اتنا ہی بتایا ہے کہ پکھ نامعلوم لوگ
مجھے انھا لے جانا چاہتے تھے۔“
”خونصیں ہمیشہ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑا کر
بعض لوگوں کی دشواریاں بڑھادیتا ہے۔“
”کیا مطلب؟“
”اگر وہ لوگ تمہیں اٹھا لے گئے ہوئے تو تم اس وقت

”یا اب بھے خود ہی بھی رپرے ہی۔ مید اسماہ
بڑو ہیا۔“
”دُور نہیں جانا پڑے گا۔ خود کشی کے لئے..... میہیں
سے چھانگ لگادو!“ سعیدہ مسکرائی۔ وہ بہت کم مسکرائی تھی
اور اس کی مسکر بہت پتہ نہیں کیوں جمید کو زہر لکھتی تھی۔ اس
ایسا گھوس ہوتا جیسے وہ اس کا مفعکہ اڑاہی ہو۔ اسے پلا آیا
کہ خارجے والی رات کو اس نے ہوشیں فیضان میں ایک قیچی
وہاں سے پھل کیتی۔
”تم بدلے ہو دہاکو۔“ سعیدہ کو پھر غصہ لگی۔
”پاپ، مجھے دو۔“
”چشم میں جاؤ تم اور تمہارا پاپ بھی۔“ وہ پاپ شکر
وہاں سے پھل کیتی۔
”خاکر اور سے فریبی کی آواز آئی۔“ کیا میہیں پڑے رہا
جید کو اتنی مہلت نہیں مل سکی تھی کہ وہ اس سے اس کی وجہ
بھل اٹھ اموزدن لڑکی بنتے کی کوشش کی تھی۔ یعنی خود
جید کو اتنی مہلات نہیں مل سکی تھی کہ وہ اس سے اس کی وجہ
بھل اٹھ اموزدن لڑکی بنتے کی کوشش کی تھی۔ یعنی خود

دریافت رہ سلا۔
”سیاں بھئی تمہاری جملاءہت دور نہیں ہوئی۔“ وہ پھر میں اسے اپنی موجودگی کی اطلاع دی۔ اور وہاں سے اٹھ چڑھائی پڑ چڑھنے لگا۔
اور پہنچ کر معلوم ہوا کہ اب وہ لوگ شہر پہنچنے کے اجدو جہد شروع کرنے والے ہیں۔
”اگر آج ہی پہنچ جانے کا امکان ہو تب تو مجھی ورنہ ابھی میری نیند پوری نہیں ہوئی۔“
فریڈ کی پیٹھ نہ بولا۔ سعیدہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بُو بُو اکڑی تھی۔
ولن کے وسیع رہے تھے۔ بھوک سے سعیدہ کا یہ
”تو زموجھ دکھا کرو؟“ حمدہ نامنصب لکھاں کر بولا۔
شہزادگی سے عاری نہیں تھی۔
”تمہی اس مصیبت کا بب نہیں ہو۔“
”تمہی میں کسے بنی ہوں؟“ وہ نشک کر بول۔
”تم اتنی سیدھی لپ اسٹک لگاتیں اور نہ ہو مل
فیضان اس طرح تباہ ہو تا۔“
”وضھول باشیں نہ کرووا“ اس کی مسکراہٹ اس بار

وہ جلتے رہے اور استھانا نیز خوبصورتی فریب ہوں
رمی، اور ہم جب وہاں گئے پہنچ جہاں سے دھواں انھر رہا تو
تو امید وال پر اس پر مگئی۔

اس کہر کی اوادی کا قتل کم از کم دوڑھائی فر لانگ فخر و در بہ
ہو گا۔ وہ بے نبی سے پیپے دیکھتے رہے وہاں کئی خیسے نظر آ
رہے تھے اور جگہ جگہ سے دھواں اٹھ رہا تھا، اور آگ پر
بھونے جانے والے مسلم جانوروں کے گوشت کی سوندھی
خوشبو اور تک آکر فضامیں منتشر ہو رہی تھی۔
”کیا آپ اس کے بارے میں کچھ بتا سکیں گے۔“
فریدی نے ڈسک آئی۔ جی کو مخاطب کیا۔
”تمہری دانست میں یہ شکاریوں کا کیمپ ہے۔“ وہ
دوسری جانب اشارہ کر کے بولے۔ ”اوھم پینگوں والے

دہمہوں اور بڑے بالوں والی بکریوں کا شکار ہوتا ہے۔
”لیکن نیچے کارستہ تو نظر نہیں آتا۔“
”یہاں کتنی جگہ اسکی پھولی پھولی گھاٹیاں ہیں اور
شکار کی ان کے راستے جانتے ہیں۔“
”میں لگاتا ہوں یھلاک..... اللہ مالک سے۔“ محمد

مخدنگی سانس پلے کر بولے۔
”بھیں والقی ان کے زہن پر کوئی براثرنہ ہوا،“ سعیدہ
نے فریدی سے کہا۔
”وس منٹ بعد پاگل ہو جاؤں گا..... بالکل!“ میدا
گھور تاہو اپولے۔ گھور ناہی رہا اور پھر نہایت سمجھدی سے کہنے¹
لگا۔ ”ابو قذرم کی اوٹھنی کی فرم تم وہی ہو۔..... بالکل وہی۔.....
کیا تمہیں یاد ہے کہ نم تین ہزار سال پہلے بعلک میں جرمی
یوس کی بکریاں چڑیا کر لی تھیں میں اور مقدار طلاقی ایسا نہیں نے
تمہارے گرد چکر لگانا چھوڑ دیا تھا..... اور تم کا ہن اغظہ کے
پیروں کی دھول اپنے سر پر ڈال ڈال کر بیٹن کرتی تھیں! یعنی
انہوں نے بھیں معاف نہ کیا۔ وہ میں ہی تھا جس نے تمہیں
زینون کی بڑی بھنی دی تھی اور تمہیں یقین دلا کر مژوہ سنایا
تھا کہ میں اس بھرے شہر میں تمہاری پائیزگی پر یقین رکھتا
تھا..... میں نے تمہارے لئے کیا نہیں کیا، لیکن تم اپنی وہ بڑی
عادت نے چھوڑ سکی تھیں۔ بکریوں کے ٹھنڈوں میں مذکوحا کر
الا کاسار اور وہ ٹھوکا لیتھا۔“

سیدہ کی پیاس شاید اب حیات بھی کر کر کام ہو گئی نہ۔ ”
”میں تو زراہا سال سے اسی حال میں ہوں۔ بھوکا پیاسا!“
”میر کی پیاس شاید اب حیات بھی کر کر کام ہو گئی نہ۔“
”خدا کے لئے خاموش رہو گئے ابھن ہو رہی ہے۔“

سیدہ کی طرف دیکھا۔ میں وہ بھی ہرگز کام روکی جائے۔
حمد نے روئے ہوئے کہنا شروع کیا۔ ”لے اللہ یہ کیا
وہ بھرما تھے میں لے اسے چھوڑ لی رہی۔
فریڈی اور ذی۔ ائی۔ جی اپنیں وہیں چھوڑ کر بیٹھے
ارے غصہ... ہائے یہ کون کی جادو گئی ہے؟“
اس نے پوکھلا ہوئے انداز میں اپنا پور جسم ٹوٹا کر
رکھ دی۔
فریڈی کی آنکھوں میں ابھن کے آغاز نظر آئے اور
جانے کا راستہ ٹھائی کرنے کے لئے آگے بڑھ گئے تھے۔
حمد نشکا آنکھ کرنے سے اس کی آنکھوں میں دیکھے جاتے
تھے۔ پھر اس کے آنکھوں سے چھوٹ کیا اور وہ بینی سے
ہنسنی ہوئی بولی۔ ”میں میں اس کا بھی احساس نہیں ہے کہ خود
والوں کی طرف بڑھتا چاہتا گیا۔
”چلا کر لیا،“ حمد بسوار تاہو ادا۔ ”اللہ تعالیٰ اسکے لئے اور
پھر دیر پہلے تو تم مر دوں کی سی باقی کر رہے تھے!“
”میر“ بھے اکل کمرے پہن کی بذارہ کرنا۔ ... وہ نہیں تم

”خدا کے لئے خاموش رہو۔ مجھے اُبھن ہو رہی ہے۔“
”ولیو ٹاؤں کے دور سے خدا کے دور میں بیچ جانے کے باوجود بھی نہ پیاس بھی ہے اور نہ.....ا۔“
”بلیز.....ا۔“ دو دنوں کا ان بندر کے پیشی۔
ویشنافرید کی تیزی سے جلتا ہوا ان کی طرف پلٹ آیا۔
”کیا بے ہو روی چار کھی ہے؟“ اس نے جھلانے
مرضیگ کیا ہے۔
فریزید کی اور ذی۔ آنی۔ جی دو الگ الگ جگہوں پر را
کی علاش میں سرگردان تھے۔ وینٹا فریزید کی ہاتھ اٹھا کر اوہ
اور توں کے سے انداز میں بولا۔
”اے بی کون مر دو گھس آیا؟“ حمید سکر حاصلتا ہوا
”میں ماروں گا اب تمہیں!“
فریزید کی پلٹ آیا تھا لیکن ذی۔ آنی۔ جی راستے کی ملائش
حمداب زمین پر آکر دوں بیٹھ کیا تھا۔ اور دو نوں ہاتھوں
سر قائم رکھا تھا۔
فریزید کی ورہی کھڑا اس بکجھ دیکھا رہا پھر خود اسی پہا

”صلوٰتُهُوازَا“ اس نے قریب پیش کر کہا۔
”میں کھڑھاؤں کی۔“
”حمدہ ہوش میں آؤزا۔“
”کیا کس روزے کی محلہ تھی۔
”ام جنہے جانے کس گھوڑے پارے کی محلہ تھی تھی۔
”لے اللہ یہ کیا ہو گیا۔ میرا جسم بھی مرا کا
بے..... اور نام بھی۔ خدا کے لئے مجھے میرے کو
دیکھے،“ حمدہ کر کر دیا۔
خاتون بڑے اسے دیکھتا رہا تھا کہ
”حمدہ..... اسے باز پھر بنے صفت تھا۔
”لے جناب اے اسے برائے کرم مہماں سے چھڑ جائے.....
لولا۔“ تھی بات سے۔ میں تمہیں کھڑ بندوادوں کا
سے اٹھو۔.....“
”اے بھائی..... تمہیں اللہ رسول کا دعا
میرے اللہ میں کیا کروں!“
حمدہ نے سر پہیٹ پہیٹ کر وناشر دعے کر دیا۔ فریدی نے۔

انھا ہوا کھکھلیا۔ ”میری حفاظت کرنا۔“
فرید کی پوچھنے بولا۔ حمید انگر اٹا ہوا اس کے پیچے پڑنے لگا
تھا۔ فرید کی پوچھنے بولا۔ حمید انگر اٹا ہوا اس کے پیچے پڑنے لگا
تھا۔ مرنے سے نوارے اگلے پڑ رہے تھے۔ تب وہ اسے دھان
سے ہٹا لائی اور اب قائم کو سائز پینے میں بھی دشواری
کو سکھونے کی تھی۔ منہ سے نوارے اگلے پڑ رہے تھے۔ تب وہ اسے دھان
پکھ دیر تک وہ اسی حالت میں پڑا رہا۔ پھر پھر انی ہوئی
آواز میں بولا۔
”مجھے بتاؤ..... یہ کیا چکر ہے؟“
”مجھے بتاؤ..... پکھے نہیں..... کوئی خاص بات نہیں۔ اب تم آرام
کرو۔“
”تمہرا خیال ہے دیکھ پیلنے میں کوئی درج نہیں۔“
”ایکی سنے دہانے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ “آپ لوگوں
کے سامنے نہیں کہہ سکتا کہ ہمیں راستہ ہے۔“
”میرا خیال ہے دیکھ پیلنے میں کوئی درج نہیں۔“
”ایکی سنے دہانے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ “آپ لوگوں
کے سامنے نہیں کہہ سکتا کہ ہمیں راستہ ہے۔“
”میں نے ہوشیار فیضان میں بھی ایسے ہی آدمی کو کھلا
تھا۔“

یا اللہ سما تھے خیر بیت کے واپس لا گئو تمہری امانت
”یا اللہ سما تھے خیر بیت کے واپس لا گئو تمہری امانت
”یا ”جید نے خاص زمانہ لجھے میں کھلا۔
”جیدہ اسے عجیب نظر وہ سے دیکھ رہی تھی۔ جید
”ال مرتوں ہی کی طرح بولتا رہا۔ و نیٹا ڈی۔ آئی۔ جی کا
لگاتھا۔ ”
”وہ تمہارے ہاتھ جھاؤنے کی وجہ سے نہیں پکھتا
”تم؟“
”بس کچھ اسی ہی بات ہے۔ تم اس فکر میں نہ پڑو۔“
”وہ کہاں میں بیہاں قبول لایا گیا ہوں؟“
”اس کے بارے میں بھی نہ سوچو جو تمہیں بیہاں کوئی
لکھف نہیں ہو گی جو چاہو گے کے لئے گا۔“
”جو چاہوں غا؟“ قاسم نے خوش ہو کر پوچھا۔
”اس میں خوف ہونے کی کیا ضرورت ہے۔“ جید

میں اب اپنی سہر کی ریلیک کرو جاؤ۔ ”
”بھی، بھی، بھی، بھی، بھی“
”اپنے تو مجھے پہاڑ دو رکھے گا“
”تو پھر؟“ عورت اس کی ہنگھوں میں دیکھتی ہوئی
سر آئی۔
”جسے نہیں!“ قاسم تھوک نگل کر پسی پھنسی
آواز میں بولا۔
”وہ کھڑی ہستی رہی اور قاسم نزدوس ہو تارہ۔
”جس بتاؤ کیا جا چتے ہو؟“
”بھی تو نیند آرہی ہے!“ قاسم غیر معمولی طور پر
— ۴۰ —
”کام کی حالت غیر ہوئے نے کل
بھی ای ہوئی آواز میں بولا۔

پلی گئی۔

”اچھا میں ابھی آئی“ نوہرت نے کہا اور کرے سے باہر قاسم ازام کری سے انھوں کے بھرپور کھجور میں گر گیا۔ اور گروگرانے کا۔ ”پروردغار... میں ہمارے حق رہا ہوں...“ سفیدیوں پر پڑنے والے قاتم کے پس پڑنے پاک پروردغار اب اگر پیرے سماں تھے۔ میں دوبار میں جا بھری ہو چکی ہے۔ میں تو سمجھتا تھا کہ معلوم ہوتا ہے۔ پاک پروردغار اب اگر پیرے سماں تھے۔ میں پاک پروردغار اب اس کی ذمہ داری نہیں۔ پہلے سے کھلپا ہوتا ہے تو مجھ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔ پہلے سے بھی۔ یہ بھی کوئی پہنچاواے بلی خدا ہے!“

پھر وہ خاروش ہو گیا۔ لیکن بھرپورے سے نہیں اٹھا۔ شہزادی دیر بعد کہے سے نہیں اٹھا۔ ان سالوں کے چھتر میں تسبیب پڑا۔ اسی تھا یعنی ہوتی ہے۔ بال۔ ... ہاں ... کبھی نیمرتی ہی ہے میں سالا میوں دوڑا کیا تھا۔“ بال۔ ... ہم اہست اہست اس کی بڑی بھائیں غیر واضح ہوئی کسی

ریوالوں نے کہا۔

”ایبے میں باز آیا اسی زینی فخری سے سالے دہنوں پیش کیے۔ پھر ریوالوں نے کہا۔“ بن تم

اکی چگدروں کے اوپر چھے ہیں وہ سامنے والی گھنی بچے دیں دوڑا

جنادور پرے کو بھی اٹھا کر پہنچنی اللال۔“

”خیفناکاں...!“ قاسم ازام جھنک کر بولا اور ہو نوٹیں

ہو نوٹیں پکھ پہنچانے لگا۔

اوہ وہ بھرپورے میں کھڑی نیند سوکیا تھا۔

لیکن سو جانے کے بعد کھبے میں برقرار کیے رہے کیا

تھا۔ ویسے یہ اوپر بات سچے کہ انھوں کے نیزاء

اسے مسکری کی گلکر پہنچی تھی۔ کیون کہ وہ شہزادی کے بجائے

نشک فرش کی پڑھا اور اس پر چڑھا بھی اتنا فیکھ مسئلہ میں

کھلکھلے پڑا۔ کیون کہ وہ شہزادی کے نیزاء

اوی فخر آئے۔ ایک کے ہاتھ میں روپا اور قاتا در درے

کے ہاتھ شیل پھرے کا ہانز۔

”میں کہاں ہوں؟“ قاسم ایسیں آنکھیں پھاڑ کر دیکھا

ہو الول۔

”چھوٹو..... ہمارے ساتھ چلوا“ ریوال اور الگ رکر بولا۔

”اے جاؤ..... بڑے آئے..... آنکھیں دکھانے

والے۔“ قاسم اٹھا تو اول الول۔

”سرماں اس کی پیٹھ پر چھرے کا چاپک پر الورہ

تملا کر دوسرا۔ اسی کی طرف پہلے۔

”خفر دار..... گولی مار دوں گا..... میرے ہاتھ میں

ریوال ہے!“

چھپے کوئی نہ مگکی۔ قاسم جہاں تھا وہیں رہ گیا۔

دو نوں اسے کی طرف لے جانا چاہئے تھے اور ریوال کے

کہ وہ ان سے اس طرح بچلتے ہمہ کا سبب دیکھا۔

زور انہوں نے اسے پہنچے پہنچے کی طرف لے کیا۔

چاہئے شر فریڈی نے اپنی بیٹا کا دھوکا دیا۔

”اچھیں ہے!“

دوسرے بھوپال سعیدہ کو گھوڑے جارہا تھا بولا۔“ اچھیں ہے!

پہنچے کوئی نہ مگکی۔ قاسم جہاں تھا وہیں رہ گیا۔

دو نوں اپنی بیٹی کی شے میں لائے۔ قدری اسے

کہ وہ ان سے اس طرح بچلتے ہمہ کا سبب دیکھا۔

چاہئے شر فریڈی نے اپنی بیٹا کا دھوکا دیا۔

”اچھیں ہے!“

دوسرے بھوپال سعیدہ کو گھوڑے جارہا تھا بولا۔“ اچھیں ہے!

چھپے کوئی نہ مگکی۔ قاسم جہاں تھا وہیں رہ گیا۔

دو نوں اپنی بیٹی کی شے میں لائے۔ قدری اسے

کہ وہ ان سے اس طرح بچلتے ہمہ کا سبب دیکھا۔

زور انہوں نے اسے پہنچے پہنچے کی طرف لے کیا۔

چاہئے شر فریڈی نے اپنی بیٹا کا دھوکا دیا۔

”اچھیں ہے!“

دوسرے بھوپال سعیدہ کو گھوڑے جارہا تھا بولا۔“ اچھیں ہے!

چھپے کوئی نہ مگکی۔ قاسم جہاں تھا وہیں رہ گیا۔

دو نوں اپنی بیٹی کی شے میں لائے۔ قدری اسے

کہ وہ ان سے اس طرح بچلتے ہمہ کا سبب دیکھا۔

چاہئے شر فریڈی نے اپنی بیٹا کا دھوکا دیا۔

”اچھیں ہے!“

دوسرے بھوپال سعیدہ کو گھوڑے جارہا تھا بولا۔“ اچھیں ہے!

چھپے کوئی نہ مگکی۔ قاسم جہاں تھا وہیں رہ گیا۔

دو نوں اپنی بیٹی کی شے میں لائے۔ قدری اسے

کہ وہ ان سے اس طرح بچلتے ہمہ کا سبب دیکھا۔

زور انہوں نے اسے پہنچے پہنچے کی طرف لے کیا۔

چاہئے شر فریڈی نے اپنی بیٹا کا دھوکا دیا۔

”اچھیں ہے!“

دوسرے بھوپال سعیدہ کو گھوڑے جارہا تھا بولا۔“ اچھیں ہے!

چھپے کوئی نہ مگکی۔ قاسم جہاں تھا وہیں رہ گیا۔

دو نوں اپنی بیٹی کی شے میں لائے۔ قدری اسے

کہ وہ ان سے اس طرح بچلتے ہمہ کا سبب دیکھا۔

زور انہوں نے اسے پہنچے پہنچے کی طرف لے کیا۔

چاہئے شر فریڈی نے اپنی بیٹا کا دھوکا دیا۔

”اچھیں ہے!“

دوسرے بھوپال سعیدہ کو گھوڑے جارہا تھا بولا۔“ اچھیں ہے!

چھپے کوئی نہ مگکی۔ قاسم جہاں تھا وہیں رہ گیا۔

دو نوں اپنی بیٹی کی شے میں لائے۔ قدری اسے

کہ وہ ان سے اس طرح بچلتے ہمہ کا سبب دیکھا۔

زور انہوں نے اسے پہنچے پہنچے کی طرف لے کیا۔

چاہئے شر فریڈی نے اپنی بیٹا کا دھوکا دیا۔

”اچھیں ہے!“

دوسرے بھوپال سعیدہ کو گھوڑے جارہا تھا بولا۔“ اچھیں ہے!

چھپے کوئی نہ مگکی۔ قاسم جہاں تھا وہیں رہ گیا۔

دو نوں اپنی بیٹی کی شے میں لائے۔ قدری اسے

کہ وہ ان سے اس طرح بچلتے ہمہ کا سبب دیکھا۔

زور انہوں نے اسے پہنچے پہنچے کی طرف لے کیا۔

چاہئے شر فریڈی نے اپنی بیٹا کا دھوکا دیا۔

”اچھیں ہے!“

دوسرے بھوپال سعیدہ کو گھوڑے جارہا تھا بولا۔“ اچھیں ہے!

چھپے کوئی نہ مگکی۔ قاسم جہاں تھا وہیں رہ گیا۔

دو نوں اپنی بیٹی کی شے میں لائے۔ قدری اسے

کہ وہ ان سے اس طرح بچلتے ہمہ کا سبب دیکھا۔

زور انہوں نے اسے پہنچے پہنچے کی طرف لے کیا۔

چاہئے شر فریڈی نے اپنی بیٹا کا دھوکا دیا۔

”اچھیں ہے!“

دوسرے بھوپال سعیدہ کو گھوڑے جارہا تھا بولا۔“ اچھیں ہے!

چھپے کوئی نہ مگکی۔ قاسم جہاں تھا وہیں رہ گیا۔

دو نوں اپنی بیٹی کی شے میں لائے۔ قدری اسے

کہ وہ ان سے اس طرح بچلتے ہمہ کا سبب دیکھا۔

زور انہوں نے اسے پہنچے پہنچے کی طرف لے کیا۔

چاہئے شر فریڈی نے اپنی بیٹا کا دھوکا دیا۔

”اچھیں ہے!“

دوسرے بھوپال سعیدہ کو گھوڑے جارہا تھا بولا۔“ اچھیں ہے!

چھپے کوئی نہ مگکی۔ قاسم جہاں تھا وہیں رہ گیا۔

دو نوں اپنی بیٹی کی شے میں لائے۔ قدری اسے

کہ وہ ان سے اس طرح بچلتے ہمہ کا سبب دیکھا۔

زور انہوں نے اسے پہنچے پہنچے کی طرف لے کیا۔

چاہئے شر فریڈی نے اپنی بیٹا کا دھوکا دیا۔

”اچھیں ہے!“

دوسرے بھوپال سعیدہ کو گھوڑے جارہا تھا بولا۔“ اچھیں ہے!

چھپے کوئی نہ مگکی۔ قاسم جہاں تھا وہیں رہ گیا۔

دو نوں اپنی بیٹی کی شے میں لائے۔ قدری اسے

کہ وہ ان سے اس طرح بچلتے ہمہ کا سبب دیکھا۔

زور انہوں نے اسے پہنچے پہنچے کی طرف لے کیا۔

چاہئے شر فریڈی نے اپنی بیٹا کا دھوکا دیا۔

”اچھیں ہے!“

دوسرے بھوپال سعیدہ کو گھوڑے جارہا تھا بولا۔“ اچھیں ہے!

چھپے کوئی نہ مگکی۔ قاسم جہاں تھا وہیں رہ گیا۔

دو نوں اپنی بیٹی کی شے میں لائے۔ قدری اسے

کہ وہ ان سے اس طرح بچلتے ہمہ کا سبب دیکھا۔

زور انہوں نے اسے پہنچے پہنچے کی طرف لے کیا۔

چاہئے شر فریڈی نے اپنی بیٹا کا دھوکا دیا۔

”اچھیں ہے!“

دوسرے بھوپال سعیدہ کو گھوڑے جارہا تھا

رکرفت میں لے لیا تھا۔ تیر کی آواز پر بھی وہ پوچھنے بولے۔
اور پھر اپنا معلوم ہوا جسے خسے میں از لزار ۲۳ گیارہ میڈ
بڑی پھر تی سے الٹا اور فریدی کو بچھوڑنے لگا۔
فریدی انھے پیٹھا اور حمید نے ایک انگلی ہونٹوں پر رکھ
را خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے اسے خسے کی حالت
دوک پوایا اور آپ کہتے ہیں کہ یہ اچھا نہیں ہوا۔ حق بھی ہوں
یہ بھی آئے۔ سے لووا۔ ”خسے کی حالت دوک پوایا اور آپ کہتے ہیں کہ یہ اچھا نہیں ہوا۔ حق بھی ہوں
”وہ حق کیسی تھی؟“ فریدی نے حمید سے پوچھا۔
”یہ موافق گیا تھا۔“ وہ اسے ریلو اور دھا کر بولے۔
”یہ اچھا نہیں ہوا۔“

”اللہ مرنٹ تیرے ہاتھ میں ہے۔“ ”تم خاموش نہیں رہو گے باز فریدی پھر اس کا حرف
مردا۔ ”بھی فرست ملے وہ بھی زیور بھی پڑھ لیجئے گا۔“ ”اُن جماں تو سے کیا فائدہ..... تم مجھے باور نہیں
لے جے مل بولا۔“ ”اس کا کوئی لیجئے۔ علیہ جان دے دے کی..... لیکن با۔“ ”پہلے نہیں آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ میری بھو
بھر بات آ کے نہیں بوسی تھی۔ رات کا کھانا بھی مخفی

”اب وہ ذر کے مارے اگے نہ بڑھیں گے!“
”بی بی وہ بجھے اور تمہیں ناس جائے
اے کیا جانوں سے داؤں کھاتے کاہاتم،“

”اے۔“ تکل جلنے کے لئے تیار رہو۔ اگر ہم الاؤ کے پیچے والی
ان تک پہنچ گئے تو پھر وہ تاراپکھ نہیں بلکہ سیمیں گے۔
”اوپرے..... وہاں نے کی مرفت تکل جلنے۔“
”سوپے سمجھے بخیر کرنی قدم نہیں اٹھایا جا سکا۔ ان میں
کچھ لوگ بیٹھنے طور پر اور ہر گئے کئے ہوں گے۔“
”اے لو..... ایں کیا جانوں سے داؤں کھاتے کاہاتم،“

”بی بی۔“ جسے کامیابی سے اکھے بیٹھا۔
”اے۔“ اُنے کامیابی کو جھکایا۔
”اے۔“ بی بی۔“

”تم تو خاموش ہی رہو۔“
”عورتوں کو تو بس اللہ ہی خاموش کر سکتا ہے۔“ محمد
پھر کربولا۔
”اُز جنم اس طرح کیوں بھاگے؟“ فرد اُنی۔ جی نے
آہستہ سے پوچھا۔
”وہ خشی کی ریساں کا بدر ہے تھے۔“ فرید کی بولا۔
”اُز کیوں؟“ میں بھیں پیش کیوں نہیں ملتا۔ وہڑا کر
پہلے تو بہت اپنی طرح پیش آیا۔ پھر رات کو کولاں علی

لیکن فریدی کی مزید بچھے کہے بغیر بیٹھے اڑ گیا۔ وہ پیسوں
تمہوزا سر ابھارے پیموں کی طرف دیکھتے رہے۔ پہلا سے
پیموں تک راستہ صاف تھا اور اودھ کا ایک آدمی بھی اس
طرف کا رشک تھا تو وہ اسے با آسانی دیکھ سکتے تھے۔
تمہوزی دیر بعد کئی شارپوں کی روشنیاں ملے سے

مژاد "اللہ مزت تیپرے ہاتھ میں ہے۔" "تم خاموش نہیں رہو سکے!" فرید کی پھر اس کا جرف
مژاد "بھی فرستے لے لو بھی زیور بھی پڑھ لیجئے گا۔" "آخر ان جھانشوں سے کیا فائدہ... تم مجھے باور نہیں
لیجے میں بولا۔

کر اسکتے کہ تمہاری تھیسٹ بھی بدل لی گئی۔

”بڑے نہیں آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ میری بھو
ت نہیں اُنہیں۔“

”رات کا کھانا بھی بھنے
بھر بات آگے کے نہیں بڑھی تھی۔ رات کا کھانا بھی بھنے
تو کوئی مشتعل تھا۔

اسنے میں ان چاروں میں سے ایک دکاری نہیں میں
کھانے کے بعد دکاریوں نے ٹائش اور شتر نجی کی بازی
دا خل ہوا اور فریدی اپنے کر پیٹ کیا۔

”کوئی جن کی تو شر و روت نہیں.....!“ اس نے سعدہ
شم و نیک دریں۔ فریدی اونچے کو بھی اور گوت دی۔ یعنی محمد

نے کسی کو بھی خیلے سے باہر نہیں نکلنے دیا۔
شکاری بھی اسے سمجھا کہ تھک ہو گئے تھے۔
مید نے اس وقت بھی سونے سے انکار کر دیا تھا۔
واپس بہتر والوں پر لیٹے دوسرے خیموں سے بلند ہونے
کے شہادتی اعلانے

فریدی نے ایک بار بھر جید سے کہا تھا کہ وہ بھی سو
چونکہ اپنی حفاظت کی پڑی تھی، اس لئے سورج نے کاموں والی
اپنی بھائیوں کے ساتھ جائیں تو بہتر ہو گا۔ ”اوہ..... تو کسرا ات پیشی بپر کرنی پڑے گی!“
”کل مسح ہم میں سے دو آدمی شہر واپس جائیں گے۔
اپنی بھائیوں کے ساتھ جائیں تو بہتر ہو گا۔“

کیا رج ہے؟ ”
”نایا بیا.....“ حمید کا نوں پرہائھ رکھ کر بولا۔ ”میں تو ہر
گز بھال نہ رہوں گی رات کو۔“
اس لئے جلد ہی سو گیا۔ خیسے میں کیر و سین یہب کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔
اہستہ اہستہ دوسرا چھپے یہوں کا سور کم ہوا کیا اور کوئی
و در بعد فنا میں بیکاری بیچکر وال کی ”تو رو رج“ کے علاوہ اور

ہونٹ دا نتوں میں وباۓ دیکھ رہا تھا۔
”واتھی ان کی حالت قابلِ رحم ہے۔“ فکاری ہنسی
روک کر بولا۔
”ہمدردی ہی کی باقی کر کے لوگ لوٹ لیتے ہیں۔“
کوئی آواز باتی نہ رہی۔
میڈ بھی اکڑوں پیٹھتا اور بھی ٹانکیں پھیلایتا۔
پیس کی روشنی سعیدہ کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ خدا
خال کی بناؤنی کر جھکی غائب ہو چکی تو اس وقت وہ بدلی
خصومِ نظر اڑھی تھی۔ بالکل ایک نیئی سی بیکی کی طرح
حصوم ابوجھ کریں کی کوئی سوچکی ہو۔
کے پہ بڑھانے لگا۔

مریدی لے اس فماری و احصارہ بیانہ وہ اسے نہ
وکئے۔“
محمد و پر بعذری لے باہر سے اور دی۔ ہبھاں۔
جھٹر سے۔
شام تک سارے ڈکاری واپس آگئے تھے۔ فریدی
عسوں کر رہا تھا کہ ان سھوں کی نظر میں سعید و پر بھیں۔
رات پہر کرنے کیلئے پہلے پلاکر ایک نئے میں وہ لوگ
وہیں۔
پلاکر نے ولے نے پھر پلاکرا.....! میں محمد و مساد میں
رہ دیتے اس نے اپنا سماں لیزے لگا ہوا ریو اور ہوا سر۔

”تم خاموش نہیں رہو گے!“ فرید کی پھر اس بحروف

مژا۔ ”بھی فرست ملے تو بہتی زیور بھی پڑھ لپکھے گا۔“
”اونچا انا جھاتا ہوا کافا نہ کردا..... تم نفعے کار پر

کے اسکتے کہ تمہاری شخصیت بھی بدل گئی ہے۔ ” پہلے اپنی کمپنی کا رہے ہیں۔ میری بھو

میں نہیں اسکی۔
اتئے میں ان چاروں میں سے ایک فکاری نہیں میں
 داخل ہو اور فریبی کا بھر کر پڑھ کیا۔
 ”اور کسی چیز کی تو خود رات نہیں.....!“ اس نے سعیدہ
 کو گھوڑتے ہوئے فریبی سے پوچھا۔
 ”نہیں، شکر اسے آئے ہمہ اشے کا، لستہ تباہے

”اے مل جاپ لا جھوں برس میں بھی نہیں بچے عکس

”تو ہم ہمیں کیا کرنا پا جائے۔“
”کل منج ہم میں سے دو آدمی شہر واہیں جائیں کے۔
اپ انہیں کے ساتھ جائیں تو بہتر ہو گا۔“
”اوہ..... تو کسرا ات پہنچا بابر کرنی پڑے گیا۔“

گز بھال نہ رہوں گی رات کو۔ ”میں تو ہر
لشکر کا پیسہ اڑا اور فرم دی جسے حکمران نے لگا۔ جسے حملہ

ہونٹ و اتنوں میں وباۓ دکھ رہا تھا۔
روک کر بولا۔
”اپنی ان کی حالت قابلِ رحم ہے۔“ شکاری ہنسی
”اگر دی ہی کی باشی کر کے لوگ لوٹ لیتے ہیں۔“
حمدید سر جمکائے ہوئے بولا اور پھر ہونٹوں ہی ہونٹوں میں
پکھ بڑھانے لگا۔

ریڈی نے اس فہاری و اسارہ پیارہ وہ اسے نہ
چھوڑ سے۔

شام تک مدارے دیکاری واپس آگئے تھے۔ فریڈی
عسوں کر رہا تھا کہ ان سھوں کی نظر میں سعید و پر ٹھیں۔
رات بہر کرنے کیلئے پہلے پلایا کہ ایک نئے میں وہ لوگ
رہیں گے، اور دیکار کی بقیہ دو ٹھیموں میں بٹ جائیں گے۔

ورنہ پھر ایک رسید کرو گئی۔

پی بیٹھے کر بے ہوش آدمیوں کو لا کر ادھر سے اُدھر لے

”لے جاؤ..... اسے بے“

”تمل کی ہوت کو اپنی پیٹھ پر نہیں لا دے سکتے۔“

”اویس..... اسی ہان نہ جلاو کر مجھے واپسی فرم۔“
”اپنے بھائی کے لئے کہاں کھانا کیا کرو گے؟“
”اپنے بھائی کے لئے کھانا کیا کرو گے؟“
”اویس..... اسی ہان نہ جلاو کر مجھے واپسی فرم۔“
”اویس..... اسی ہان نہ جلاو کر مجھے واپسی فرم۔“

”اور وہ کو بھی اسی طرح کیوں نہیں سلے گئے تھے۔“
”میری رضی۔“
وہ اسے اسی طرح انھا لے ہوئے چلتا رہا اور اس کرے
مل پہنچا دیا جمال و دسر ول کو پہنچا دیا، اپنے

اس کے بعد راہداری میں واپس آیا ہی تھا کہ پھر گھنٹے
کو پہنچنے کی فرورت پیش نہیں آئی تھی۔
اس بار ایک اجنبی اس کی پیش کی زندگی بنانا اور قاتمے

اس نے سوچا تھا شاید حمید وغیرہ بھی کپڑے کئے ہیں اور بھال لائے جارہے ہیں۔ اس نے اسے بھی انھا کر اسی کرے میں پہنچا دیا۔ لیکن اس کے علاوہ اس کے علاوہ اور کوئی احساس نہ ہیں میں دل کے پیچے دو آدمی چل رہے ہیں جن میں سے اس کے بھی ہے۔ اسی طرح جانے جانے علاوہ اس کے لئے کوئی کام نہ ہے۔

وہاں اس کی میں جھاں میں پڑا ہو تاہوں۔ وہاں ہی سونے نہیں دیتے۔ جگا جگا کر مر چکے ڈھلوائے ہیں۔ ”
”یہ تو زیرینگ مل رہی ہے تھیں۔“
”اس کے بعد خورز بنا دیا چاؤں غا۔“ قام
ٹنریے لبجے میں کہا۔
”احباب جاؤ اور سیدھی طریقہ کر دیں۔“
وکی جائے کی۔ ”غیر ممکن نہ ہاتھ ہلا کر کہا۔

لیکن پھر بیک وقت اس کی پیشیں کھل گئیں اور

ورنہ پھر ایک رسید کرو گئی۔

پی بیٹھے کر بے ہوش آدمیوں کو لا کر ادھر سے اُدھر لے

”تم فکر نہ کرو..... پچھے دونوں کے بعد تمہیں گورنر بنا دیں گے۔“ مسکر اکبر بولا۔
”اور سالا گورنر کیا کرتا ہے..... یہ بھی تو بتاؤ۔.....
پڑے وہ سماں ہو گا..... قیوں.....؟“
”ذیکھو..... اگر سیدھی طرح کام نہیں کرو گے تو،
پڑے کی ویسے اگر پیٹ بھر کھانا نہ ملتا ہو تو مجھے بتاؤ۔“
”خاتما ہے اجھا لئے“ تھا اس کے سامنے جو ادا

”آجی بھی..... تو تم کس کو وحشی گے؟“

”اے جم جم اسی پیں۔“ ان میں سے ایک نے مسکر کر کہا۔

”دینو..... اتنی جان نہ جلا کر مجھ دلتی غصہ ۲
ہائے“

”تو قیارے لئے ہے بیتھراں عمر یا۔
”تو قیارے لئے ہے بیتھ نہیں!“

”قاسِ کرنے اسے ہماچول پر اٹھالا۔
”کسے اٹھایا ہے..... پیٹھ پر الاؤ۔“

قائم ہوئے ہیں اور تھا کہ ہٹتی بجی اور دونوں گمراں
کے کارے ہوئے۔ ”ہلا اخواز“ انہوں نے قائم سے کہا۔
”میں لا نہیں الگھولی گنا۔“

”اور وہ کو بھی اسی طرح کپوں نہیں سلے گے تھے۔“
”میری مرضی۔“

..... سے پریمان نے روف میں ایسے ہی کے جا
کھلتا ہوں۔“

”بہاں بیچ دکی جائے گی۔“ زنگنا قاسم کو خدا
”بہاں اس کھلی میں جہاں میں پڑا ہو تاہول۔ وہاں بھی
سوئے بھیں رہتے۔ جو کا جو کار مردے ڈھلواتے ہیں۔“
”تو زینگاں مل رہی ہے تمہیں لے۔“

”اس کے بعد سورز بنادیا جاؤں غا۔“ قا۔ ۳
ٹنزیہ الجمیل میں کہا۔
”احمد اب جاؤ۔ اور سید حسین طحہ حکام کر کے
وکیجاۓ کی۔“ غیر ممکن نہ ہاتھ ہلا کر کہا۔

مرے میں پلایا تھا۔ کرہ کیا قسم تھی کہنا چاہیے۔ نہ کوئی کھڑکی تھی اور نہ کوئی دروازہ۔ یہیں گھنٹن کا احساس نہیں تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک بے سر و رکت پڑا رہ۔ پھر انھے بیٹھا۔ اپنا گھوس ہو تھا جسے پوری نیزدی لینے کے بعد تو ملا ہو اٹھا ہو۔ اسے اپنے ساتھیوں کی فکر تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ چند لمحے خاموش بیٹھا رہا پھر انھے کیا۔ اس کے بعد پھر وہ آواز نہیں آئی تھی۔

چنانوں میں بھی اسی قسم کی بو پھلی ہوئی تھی جیسی تھی میں تھائی ہوئی تھی۔ تو میلانی کی تھی اور وہ سب بے سر و رکت ہو کر کے تھے۔ تو راستہ بٹا۔ باسکی جانب کرے کی پوری جوڑائی خلائی تبدیل میں کیا وہ اسی اندر کر اونٹ تھیں رات میں آپنے چھا ہے جن کا ذکر ہر دن اور جب دن کیا تھا۔

”میرے کو گھاؤ..... باہر نکلنے کا راستہ مل جائے گا۔“

”میرے“ فریضی نے کہا اور سہر کی کے اسی پالے پر نظر جمادی جس کے بارے میں کہا گیا تھا۔

آواز نہیں آئی تھی۔

راستہ بٹا۔ باسکی جانب کرے کی پوری جوڑائی خلائی تبدیل میں ہو گئی۔ پھر چھے تی وہ اس خلاستے لرز کر باہر آیا دلوار پھر مرا برہو گئی۔

وہ فرید کی کی آواز پر جو کنک پڑے۔
ہاتھ اور اٹھاوے.... میں نے کہا ہے۔ ”فرید کی پھر
غراں۔
انہوں نے اپنے ہاتھ اور اٹھاوے اور ایک بول۔
”احسان کا بھی بدلتے ہے؟“
”ہاں..... احسان کے بدلتے میں ہم کوئی بڑا نقصان
اٹھاتے..... کیوں؟“ فرید کی اسے گھورتا ہوا ابوالا۔ ”میرے
لائچی کہاں ہیں؟“
”ہم سے پوچھ رہے ہو؟“

جنہی سے اس نے خود کو بچھ کر نہ سے روکا تھا۔
وپیسے دل ہی دل میں کھڑ رہتا۔
”ہمارے پیارے جمید بھائی..... تم بھی اونچا۔“

رعنیکرے میں ایک آواز کو سنی۔
”خوش آمدید کر جن فریدی۔ اگر تم بھے سے گفتگو کرنا
ہونا کرو تو تمہاری آواز مجھ تک پہنچ سکے گی۔“
”بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر۔“ فریدی بول۔
”تم بھے شہور آؤں ہو۔ عرصہ سے سورج رہا تھا کہ
پت پڑا ہوا اقتدار کے ساتھ ف باری بی بی بخوبی..... لہذا یہ طریقہ اختیار کیا۔
مجھ کے ساتھی آئی۔ جس کا جسم ایک دوسرے آؤں
کام میں پول و پل میں جانتا تھا کہ وہ سیدھا تمہارے پاس
چھوڑا..... چھوڑتا ہماں یعنی قاسم کی نینہ لوٹنے میں ہی ز

”کیا بکر ہے ہو؟“
”اپ پہلے قیسے آگئے۔ میں نے جس جس کو پہنچایا ہے
پھر اس کی صورت نہیں دکھائی دی۔“
”سمجھ میں نہیں آیا کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟“
”اچھا قیامیں اپ کو ذہنی مشنز معلوم ہوتا ہوں؟“
”کیا تم ذہنی فنور میں بتتا ہو کرے ہو؟“
”نہیں ان سالوں نے مجھے ذہنی کرشنر بنا دیا ہے اور
گدھوں کی طرح رہے ڈھونیا کرتا ہوں۔“

”میں بہلے پنج کے تھے۔“
”نہیں ہے۔“ زیریں کی نے کہا۔ ”اتما تو
می کے علاوہ دو تمن کر سیاں اور ایک
امی ہات ہے۔ تمہاری یہ خواہش
کو کردا دیکھ کر پہنچ کر لو۔ جس
انے کے باعث چانپ والے

فہلے سے اس نے خود کو کچھ کہنے سے روکا تھا۔
وپسے دل ہی دل میں کہر راتھا۔
”ہمئے اپنارے حمید بھائی..... تم بھی آگئے..... اب مجا
ا گئے غبار۔“

- ۵۰ -

فریڈی وہانے تک پہنچ کیا اور الگی مذاہیر اختیار کیں
جس سے چھپے ہوئے لوگ با آسانی ظاہر ہو سکتے تھے۔ لیکن
اسی کوئی بات نہ ہوئی۔ وہاں بدستور ستائیا چھایا رہا۔
کچھ ور انتظار کر کے وہ پھٹانوں کی طرف واپس ہوا

جہاں اپنے ساتھیوں کو چھوڑا تھا۔ اونچے بیچے ہمدرد کی اوٹ لیتا ہوا تیزی سے اس طرف بڑھتا رہا اور جب ان چنانوں میں پہنچا تو وہاں بیکھب کی بو شوں ہوتی اور ان لوگوں کا کہیں پتہ نہ تھا وہ اپنے آواز میں دیتا ہوا اپنے ہتھ چلا کیا۔ عجیب قسم کی بواس کے لئے پریشان کر تھی۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اگر تیزی سے بیچے نہ ہٹ آتا تو یہ بوجھی طور پر اسے بے دست و پارے کی۔ اپنے پورے قسم میں کچھ اس قسم کی سفناہت شوں کر رہا تھا کہ ایک بجھے اسے بیٹھتی جانا پڑا۔

وہ بوکی زرد سے نکل ہیا تھا لیکن اپنا شوں کر رہا تھا جیسے اس کے ذہن پر نیند کا غلبہ ہو رہا ہو۔ ۱۰ حصیں بند ہوئی جا رہی تھیں۔ وہ ایک پھر سے نکل کیا اور کہہ کی ہمیں سانسیں پیٹے لگا۔ نیند ہلکی سی غنوادی سے اس کے ذہن سکی اور وہ کچھ درج بعد پھر سوراں پر ۲۳ کیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اس کے ہاتھ لگ گئے۔ اس کی طرف رینگنے لگا۔

زمین ناہموار تھی اور کہیں کہیں پر دیکھ لئے جانے کا فندہ بھی پیدا ہو جاتا تھا۔ وہ اسی طرح رینگتا ہوا شوں کے کسری کے کر انہی کی آواز آری تھی۔

اممی طرح اطمینان کر لینے کے بعد کہ اس کا کوئی آدمی خیول کے باہر تو موجود نہیں ہے وادیہ آہنگی اسی نئے میں داخل ہو گیا۔ ایک آدمی فرش پر ڈالتا اور پارہ آدمی اس کیمپ پہنچتے۔

”اویحہ اے اٹھا“

.....

دوبارہ آنکھے خلنے پر اس نے خود کو ای

قاسم پر پھر دیر خاموش رہ کر منے چلا تاربا۔ اسی اپنی کہانی دہرانے لگا۔ فریدی کے چہرے پر ن آشارتھے اور نہ ہی معلوم ہو تھا کہ وہ کہانی اس کی دیر تک کچھ سوچتا ہاں بولا۔ ”تو تم مجھے بخوبی کہا کے لے گئے تھے؟“

”جی ہاں..... اور پھر تو لائے لغٹنی تھی۔“
”کیا مطلب؟“
”اس کمپیٹ میں آپ سماںت پڑو گے آدمی تھے
ان لوگوں کے لباس کیسے تھے؟“ زیریں نے
”خاکی..... خاکی تھیں اور خاکی پتلوں نہیں.....
فریبڑی اس کے طلاوہ اور کیا سوچتا کہ وہ
ہوں گے۔ ان کی تقدار تیرہ تھی اور ان میں ایک

پیالیلی..... اور ررم..... طلب..... یہ کہ وہ جو لوگی حمید بھائی کی
کے ساتھ ہی..... وہ آئی تھی۔ پھر ایک آدمی اور
”وہ آدمی کیسا تھا..... حلیہ بتاؤ۔“
قاسم نے ذہنی۔ آئی۔ سبی ہی کا حلیہ بتائے ہوئے
کہا۔ ”اور پھر اس کے بعد محمد بھائی..... لیکن آپ نقل فیض
آئے کیا ان سالوں کا کیا لاثا قمر وہا۔“

”اپھی تو نہیں۔“
”مجھے ذمیٰ کمشز بنا دیا ہے..... اور تو اور..... جو اسی
سالے اسٹولوں پر بیٹھیں..... اور میں زمین پر بیٹھوں..... وہ
وہجئے..... وہ آرہے ہے میں۔“
فریدی بائیں جانب مژد دو آدمی اسی طرف آرہے
تھے۔ انہوں نے فریدی کی طرف توجہ نہ دی اور قاسم کو بڑے
اوہب سے سلام کر کے رہا۔ سالے اسٹولوں پر بیٹھے گئے۔
”اب درجنے..... ریخنا آپ نے!“ قاسم جل کر بولا۔ ”یہ
سالے جوپر اسی میں اور میں ذمیٰ کمشز..... یہ سالے کہاں میں
اور میں کہاں ہوں۔ آلا کی کلد رات!“
”آپ خواہ خواہ خفاہوں رہے ہے میں جناب! ذمیٰ کمشز حکام
کا خادم ہوتا ہے یہ نہ بھول لے۔“

فریدی بے تھا تانہ انداز میں کھڑا کھڑا اور اور دیکھے
تھے۔
”اور آپ جناب عالی..... ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر مقرور کے
کے ہیں۔“ اسی آدمی نے فریدی سے کہا۔
”بن جائیے..... بن جائیے۔“ قائم فریدی کو ہنگامہ
مارنے کے پیش کرنا ہوا مسکر پایا۔
وہ دونوں غاموش بیٹھے اپنی محنت سے دیکھ رہے

رہا تھا۔
اسٹئے میں گھنٹی بجی اور قاسم بڑی گندی گندی گالیاں ککے
ہو ان فرش سے انھے گیا۔
”کیا کیا پواس ٹرٹ دع کر دی تم نے؟“ فریدی نے اسے
ڈانٹا۔
”ایلوہی شمل کو بھی ڈھونے پڑیں گے..... بہت کھشی
ہو پیچے!“
”کیا مغلب.....؟“
”جب ڈینی کشمکش مردے ڈھونھتا ہے تو الیہ شمل ڈیلی

کہنے لیے نہ ڈھونے گا.....!
” کیا کہہ رہا ہے؟ ” فریدی نے ان دونوں سے پوچھا۔
” تاہب تھیک کہہ رہے ہیں۔ آپ بھی چلے! ”
” ٹلو..... کہاں چلتا ہے؟ ”
” قاسم کا منہ جھرت سے کھل گیا اور اس نے بالا
کہا۔ ” آرے آپ امتحن کر آپ بھی پھس ہو گئے۔ ”
” ٹلو..... پتواس ن کرو ” فریدی نے اس کا

دھرمی رہ جائے کی ساری مانعی و محبتی رہیں
”بیٹا..... ایک دون ہم حصیں کھلی کی کھلی رہا ہاں کیں لے
”نمچے کیا..... آپ کا ماتحت ہے..... آپ ہائیں
”میر امغز نہ خاؤا،“ قاسم جھلا کر بولا۔
کرتے ہے کہ ایک اپنے پیش..... ذمٹی سے اپنے لئے ٹھیں ا
دوسر اقسام کے ساتھ۔ اس نے قاسم سے کہا۔ ”.....
اب ان میں سے ایک فریدی کے ساتھ جانے گا۔
لے گا۔“ بے کہا۔
جسے میں کہا۔

”چے رہے..... ایک جگہ فرش پر ایک آدمی دکھائی کے آفیسر کرٹل فریدی کے کہنے پر کہا تھا۔
اخبارات پیغام رہے تھے..... کرٹل فریدی کہاں ہے؟
ہوئی پیغام کی عمارت کی جگہ اب بلے کے ذمہ در
کے علاوہ اور کچھ تمیں تھا۔
بلے بٹایا جا رہا تھا۔ خیال تھا کہ کچھ لوگ یقیناً دب کے
زیریں پڑے۔ وہ اس کے زیریں کے تھے۔
اوہ..... اس کے زیریں کے مذہب سے
اول گے۔

بیمار تھا۔ وہی شخص تھا جس نے چور دروازے سے اس کی
لیٹیں داٹاں ہو کر اسے باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ
اس کا ذمہ آئی۔ آئی۔ جیسا ہے۔ اور وہ شہر سے چلتے وقت اسے
جس کی مدد میں دے آیا تھا۔ پھر وہ اس حال میں
خیال تھا کہ وہ کوئی غیر معمولی قدر لی صورت حال تھی۔ جس
کی بناء پر وہ حاکم ہوا تھا۔ ورنہ پھر وہ کے تھکنے کا سوال ہی
نہیں پیدا ہو سکتا۔ اس جگہ کی زمین اسکی لگ رہی تھی، جسے
اس نے فشاں کالا وال اٹھنڈا ہو کر دوبارہ جنم کیا ہو۔
سوال اسی ہے کہ اونز کر مل فریبی کو اس قسم کے کسی
جادیش کا علم بدل لازم وقت کیسے ہو سکیا تھا؟

سے اس پر محنت ہوئی..... اس آدمی کو تم اپنے
ل میں دے آئے تھے..... کرتل فریدی میں
بھی اسی طرح انھوں مگواتا۔ ”
کارڈ بولے۔
کے اس نے فریدی سے کہا۔ ”انھا یہ
خیال ظاہر کیا تھا کہ کرتل فریدی شاید جسموں کے بدل
جانے والی وبا کے سلسلے میں معلومات حاصل کرنے میہاں آنا
تھا۔ پہنچنے پیدا سے اسے صرف اسی قدر معلوم ہو سکا تھا کہ
کیوں کچھ بھال رکے۔
وہ بھاں اس لئے بھجا کیا تھا کہ اپنے بھائے کے ذمی۔ آئی۔ جی

میں اضافوں غما... جا۔

”فرید کی نے کہا
میں آپ کا یہ تھا نہیں مانو غما“ قائم
بھائی آدمی کو اٹھایا۔
دھارہ نے کا پہلا موتھ تھا۔

- ۹ - ۰ -

گفت کر رہی تھی۔ خصوصیت سے ہوئی فیضان والا اتر
بھی اس طور پر بیان کر جاتا تھا یہے اس دیوبنگر کے چکانہ ہی
کی بیانہ پر پوری اعمارت دھماکوں کے ساتھ ذہیر ہو گئی ہو۔
تبدیلی جسم کے متعدد واقعات پولیس کے علم میں
کے کریں پکڑ لیتے اور پاگلوں کی ۔
آئے۔ پولیس مقام لوگوں کی عمران کرنی رہی پہم وہ اس
درج فائزہ ہو گئے کہ ان کے میتھیں بھی ان کی نسبانہی زند
کر سکے۔

لیٹھی اس بوابے بہ عذر خائف
سے کریں پکڑ لیتے اور پاگلوں کی
سکا جنم پھین لیا ہے۔
لیٹھان والے دھماکے کے
لیٹھی۔

لیٹھان کے مطابق ہوئی کے
پوری وادی بیجے سے بیجان میں بیٹلا تھی۔
تبدیلی جسم کا اک واقعہ تو یہ کر لے دے۔

الے سے کمزور کر کرے میں داخل ہوتے جہاں میز
کے اوپر قات میں اسی راہ پر اسی میں دروازہ نمودار ہو جاؤں
جاتے جہاں سے بے ہوش آدمیوں کو لانا ہوتا تھا۔ کھانے
چیز اسی کہتا تھا۔ جیسے گھنٹی گھنٹی وہ دونوں اس طرف روانے ۲۲
دونوں کا کام تھا۔
وہ قائم کے ساتھ اسی راہ پر اسی میں پڑا رہتا۔ بے ہوش
اور لوں اور مردوں کو ایک جگہ سے دوسرا ہی جگہ پہنچانا ان

قائم حیرت سے منہ پھاڑے یہ ساری گنگوں کی رہا تھا۔
شکریہ.....!“

و سب خاموش پنهان شد - که در بودنی آنچه

”سچھارا بھی بیکی حشر ہونے والا ہے۔“
”میر اقووں.....؟“
”بیں و کیچے پینا۔“

قاسم کو کچھ کہنے ہی والا تھا کہ محمد بو کھلایا ہوا کرے میں
اصل ہوا وہ دونوں کر سیمول سے انٹھ کرے۔
فریدی اور حمید خاموشی سے ایک درمرے کو دیکھے جا
تھے اور قاسم اس طرح کامنہ بنائے ہوئے تھا جیسے جلد
باہر پھوٹ کر رونا شروع کر دے گا۔
”یہ جاؤ۔“ فریدی نے حمید سے کہا۔
اس میز کے کرروکھ کر سیال تھیں۔
”لہ نے غاموشی سے پیٹھ کیا!“
”لہ نے کہاں؟“ فریدی اس کی ہنگوں میں دیکھتا ہوا
دیکھا۔

اس نے جملہ فریدی کو ہی مخاطب کر کے اوکھا تھا۔
لیکن فریدی پچھنے بولے۔
”جھوڑی و پر بعد اس نے کہا۔“ کیا آپ کو یاد ہے کہ آپ
محکم کی جوابات سے کس طرح بھاں پہنچتے تھے؟“
”قطعی کچھ نہیں معلوم کرے کیوں کر ہوا ایک رات
سویا ہوا تھا۔ جس بیان کو چھل لے خود کو پہنچ پایا اور میر احمد مجھے
 واپس مل چکا تھا۔“
”اچھا۔“ اب لوٹ بیٹھے۔ میں جا رہا ہوں۔“ قاسم انھتا ہوا
بولے۔ ”کہیں بھٹھنے نہ نئے جائے۔ بڑی مشکل سے ان
گراز اور سے پیچھا پھوٹا ہے۔“
ڈی۔ آئی۔ جی نے قاسم کی طرف سوالیہ نظر وں سے

بھی اٹھ کیا اور راہداری میں دونوں کی پیداگار ملا قاتا تھا۔
”ابے یہ منہ کیوں پھولا ہوا ہے؟“ حمید نے اس کے
شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔
”تمہاری محبت میں مردے ڈھوند رہا ہوں؟“
”کیا بات ہوئی؟“
فاسٹ مھوڑی دیر غاموش کر کر اپل پرال شروع سے
ز تک کی پنٹا وہ اولی۔ حمید بھی پنٹا اور بھی بخیرہ نظر
گیا۔

شل سے بالکل ٹھیک ہوں ” ” محمد
” ” جسکی اور جیکٹ والی کھاں کیئی ہے“
” ” نہیں۔ اس کے بعد سالی نظر ہی نہیں آتی ہے“
” ” اور وہ دشی گورنر ہے.....؟“
” ” اُرے بارے امت یادو والا احمدید بھائی۔ قبیلہ منہ کو
سیدہ بھی کرے میں داخل
ہی گا کیا کیا آواز میں کہہ رہا تھا۔

بے تو تم ذر کی تھے اگر سے

سے۔ ”تمہارے میوں سامنی کچھ دیر بعد تم تک بیٹھ جائیں
شکر یہ.....!“
قسام حیرت سے منہ پھاڑے یہ ساری گفتگو سن رہا تھا۔

و سب خاموش پنهان شد - که در بودنی آنچه

”سچھارا بھی بیکی حشر ہونے والا ہے۔“
”میر اقووں.....؟“
”بیل و کیچے پینا۔“

قاسم کو کچھ کہنے ہی والا تھا کہ محمد بو کھلا یا ہوا کرے میں
اصل ہوا وہ دونوں کر سیمول سے اٹھ کرے۔
فریدی اور حمید خاموشی سے ایک درمرے کو دیکھے جا
تھے اور قاسم اس طرح کامنہ بنائے ہوئے تھا جیسے جلد
لایوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دے گا۔
”یہ جاؤ۔“ فریدی نے حمید سے کہا۔
اس میز کے کرروکھ کر سیال تھیں۔
”لے نے غاموشی سے پیٹھ کیا!“
”لئی کہاں؟“ فریدی اس کی ہنگوں میں دیکھتا ہوا
دیکھا۔

اس نے جملہ فریدی کو ہی مخاطب کر کے اوکھا تھا۔
لیکن فریدی پچھنے بولے۔
”جھوڑی و پر بعد اس نے کہا۔“ کیا آپ کو یاد ہے کہ آپ
محکم کی جوابات سے کس طرح بھاں پہنچتے تھے؟“
”قطعی کچھ نہیں معلوم کرے کیوں کر ہوا ایک رات
سویا ہوا تھا۔ جس بیان کو ہمیں پایا اور میر احمد مجھے
 واپس مل چکا تھا۔“
”اچھا۔“ اب لوٹھ بیٹھے۔ میں جا رہا ہوں۔“ قاسم اٹھتا ہوا
بولے۔ ”کہیں بھٹھی نہ نئے جائے۔ بڑی مشکل سے ان
گراز اڑوں سے پچھا چھوٹا ہے۔“
ڈی۔ آئی۔ جی نے قاسم کی طرف سواریہ نظر ویں سے

عورت بہادر تھی ہے۔
”میں تمہیں سمجھے کہا کہ انکی کوئی بات اونچی
بیان آئنے سے قبل بھی ایک عورت اس کے
”اس نے خود ہی رام کر رکھی ہیں اپنا.....؟“
”یہ کیا بات ہوئی؟“
”اسے دراصل روح کا نبات سے بولا
عورت کے روپ میں ذہل سکی تو میرے

بچے جائے ہی.....
”میرا خیال ہے کہ موجودہ صد سے
کے زندگوں پر بالآخر ڈالا ہے۔“
فریض کی پچھے کہنے کی بجائے سکارا ۱۷۔ ۱۸
”کیا تم اس سے ملنا پڑتا ہو؟“ پاک،
”یقیناً..... امیں اس کے لئے لارڈ

وہ تو نہ چاہیں تو ہم لا کھو برس بھی سعیدہ تک نہ فوج میر
کے۔ میر اخیال ہے کہ ہمیں صدر سے کام لینا پڑے۔ ”
ذی۔ آئی۔ جی کچھ نہ بولا۔ لیکن وہ بہت بلے پھر نظر
میں بھی دیکھا چکے تھے۔ لیکن اس کا یہ روپ کم از کم حمید کو
بڑا بھیکاں لگا۔ وہ بھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ان درکار
کی ذمہ دار ڈاکٹر مہذل پیچے فرشتہ صورت آؤ یا پر ہو گی۔
”تم نے دیکھا پئے سماں تھی کہ اس نے پیارا جسے آدمیاں کا

دیلو پر کے آدمی سپلے تو انہیں ہمچیں پھر اسے گھورتا رہا
وہ مر غرما تاہو اٹھا۔ بالکل ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کسی کو رسیلے
کی نیند اچھت گئی ہو اور وہ اس ولتے پر بیج دھانب کھا کر خاک
ازانے جا رہا ہو۔ ”
”قاسم ہم تھے ہمارا۔“ حمدہ نے اس کے شانے پر تھکنی
اشارة کی تھا۔

فریدی اور ذی۔ الی۔ جی وغیرہ بھیے ہی کرے میں داخل ہوئے ان کے عقبہ کا دروازہ بند ہو گیا اور سامنے کی دلیوار میں آگئے جانے کا راستہ بن گیا۔ فریدی کی بپروارہ کے بڑھتا چلا کیا تھا اور ان دونوں نے اس کی تقاضی کی ہے۔ دوسرا کمرہ بھی پہلے ہی جیسا تھا۔ اس کمرے میں داخل ہوتے ہی بھی پاسیں جانب والی دلیوار میں دروازہ نمودار ہوا اور وہ اس سے سے گزر کر دوہی گزرے پہلے ہی جیسا تھا۔ اس کمرے کی ایک بہت بڑے ہال میں داخل ہوئے جو نصف دائرے کی شکل میں تھا۔ ایک غیر ملکی نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ وہاں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ ہال کی بجائہ پہلو کیا۔ اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ ہال کی بجائہ پہلو اس کی قسم کی تھی۔ دلیٹا اس دلیوار میں ایک ایجنس نمودار ہوا جو نصف دائرے کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے ہو گئے۔ اس کی خطيہ سنتھیم بنا تھی اور اس ایجنس پر تین آدمی نظر آئے۔ جن میں سے دو تو حمید اور قاسم تھے اور تیسرا ایک دلی پیکر اور وہ آدمی تھا۔ حمید ایک گھر کے میں دلیوار سے لگا کھڑا تھا اور وہ دونوں آپکی میں زور کر رہے تھے دلی پیکر کے پیورے سے بلا کی دردناکی ظاہر ہو رہی تھی اور قاسم کا ہر چند کے اس کے غلاف اپنی پوری قوت صرف کر رہا تھا لیکن اس کے پیور اسیکی کے آثار تھے۔

فریدی کے آپکی ایجنسی بات ہے؟“ فریدی نے غیر ملکی کو مناطب کر کے انگریزی میں کہا لیکن اس کا الجہ بے حد نا خوبصورت تھا۔

”پریشان ہونے کی شرورت نہیں جناب۔“ غیر ملکی نے ارادہ میں جواب دیا۔ ”اجمام آپ کی رضی کے مطابق فریدی مہر اسٹیج کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس کی ہمچھوں

بیٹیں کر رکھوے گا۔
 قاسم نے ایک گھنٹا فرش پر میک دیا تھا اور دیو پیکر اس،
 جھما گیا تھا۔ قاسم شاید اس کو ششیں میں لگا ہو اتھا کہ اس کی بیٹی
 فرش سے نہ گلنے پائے۔ ورنہ انہر ملکی اج کی طرف دوڑ جائیں
 چلا گیا۔ قریب پہنچ کر اس نے بیب سے ایک چھوٹی سی ٹاریخ
 لٹکا اور اس کا رخ دیو پیکر کی طرف کر دیا۔ ٹاریخ سے کہا
 نیلے رنگ کے غبار کی لکڑی کی لٹکا کر دیو پیکر کے جسم پر ہائی
 اور وہ قاسم کو چھوڑ کر بیٹا ہا ہو اور دیو اسے جالا۔
 ”تم دونوں نئے آ جاؤ۔“ نیزہ ملکی نے قاسم اور ”میدا“
 خاطب کر کے کہا۔ قاسم فرش پر دوز انوں بیٹھا جھوم رہا تھا۔
 جلدی سے آسکے بڑھا اور اس بھجن چھوڑ کر بیٹا سے اٹھا
 کو ششی کرنے لگا۔ بدقت تمام وہ قاسم کو اج سے ہال میں ای
 تھا۔ قاسم کی ساسیں بری طرح پھول رہی تھیں۔ جانہ
 ہو گیا تھا اور ہنچیں انگارہ ہو رہی تھیں۔ سفید فام نیزہ ملکی
 قاسم کا ہاتھ پکو کر ایک ٹھہر فٹے جائے ہوئے کہا۔
 ”چلو۔ اب میں تمہیں گورنر بنادوں۔“
 ”نہیں جاتا۔“ قاسم نے صرف رک رک کیا۔
 ساتھ اس سے اپنا ہاتھ بھی چھڑا۔
 ”مگر زبان جانے کے بعد تم اس کی تائیں مجھے دے دے۔“
 ”یہ بات ہے تو چلو۔“ قاسم غریبان
 وہ دونوں ایک دروازے میں داخل ہو کر لالا۔
 او بھل ہو گئے۔

三

"ضرور ضرور۔ تمہیں بھی یہاں کوئی تکلیف نہ ہو گی۔"
"کور ڈاکٹر صاحب! میرے بارے میں کیا ارشاد ہوتا ہے؟" حمید نے لہک پر پوچھا۔

"تم بھی آرام کرو۔"
اسکرین پر سے منظر غالب ہو گیا۔ ذی۔ آئی۔ جی کی حالت اپنے تھی۔

"میں دیر تک کھڑا نہیں رہ سکتا۔" اس نے کہا اور فرش پر اکٹوں بیٹھ گیا۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ اب وہ کہاں جائیں گے۔ وغناً اسکرین کے پیچے سے پھر سے کھڑ کھڑا ہٹ کی آواز آئی اور وہ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ایک کرہ و کھلائی دیا۔ سعیدہ وسط میں کھڑی پھٹی پھٹی انکھوں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ اتنے میں ڈاکٹر ٹیڈل کی آواز آئی۔ "اس کو اسی وقت تک محفوظ بھجو جب تک میرے احکامات کی قیلی ہوتی رہے گی۔ کرتل فریدی اپنے آفس سے کوکہ پانچ نمبر کے دروازے میں داخل ہو جائے۔"

ذی۔ آئی۔ جی نے وحشت زدہ نظروں سے فریدی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "ہر گز نہیں۔ میں یہیں مر جاؤں گا لیکن اسے تھا چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔"

"بھروسی ہے جتاب۔" فریدی خشک لبجھ میں بولا۔
اسکرین پھر سادہ رہ گیا۔ اور کوئی آواز نہ آئی۔

"کچھ کرو۔ فریدی!"

"صاحب آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ مجھے اپنی ہی مصیبتوں سے فرست نہیں، اب پہنچنے کے کام پر لگایا جاؤں۔ بھی وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ زندگی کے کسی حصے میں اتنا بے بس ہو جاتا پڑے گا۔ مناسب یہی ہے کہ آپ دروازہ نمبر پانچ میں داخل ہو جائیں۔ ڈاکٹر ٹیڈل بد عمدہ نہیں معلوم ہوتا۔ اگر وقار اور ہے تو سعیدہ بھی محفوظ رہے گی۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو فریدی!"

"جتاب عالی امیں بہت پریشان ہوں۔ آپ اپنا معاملہ خود دیکھئے۔"

"تو پھر میں جاؤں۔"

"داشمنی کا تقاضہ یہی ہوتا چاہیے۔" فریدی نے سرد لبجھ میں کہا۔

ذی۔ آئی۔ جی سر جھکائے پانچ نمبر کے دروازہ کی طرف مل پڑا۔ حمید نے اس کے دالہ کے بعد دروازہ بند ہوتے دیکھا۔ اب دہاں کا ایک بھی دروازہ مکلا ہوا اور کھالی

کرو۔" وغناً ذی۔ آئی۔ جی بوكھائے انداز میں بولا۔
"ذی۔ آئی۔ جی صاحب! ڈاکٹر ٹیڈل بولا۔" وہ بطور یوغال یہاں رہے گی۔ آپ واپس بھجوادئے جائیں گے اور اپنے آفس میں رہ کر میرے مقادرات کی تحریکی کریں گے۔ اور یہ تو آپ دیکھ چکے ہیں کہ آپ کو آپ کے دوسرا جسم سیمت میں نے کس طرح آپ کے تھجھے کی حوالات سے نکلا یا تھا۔"

"تعدد تم..... کیا کہنا چاہتے ہو؟" ذی۔ آئی۔ جی ہکلایا۔
"میرے احکامات آپ کو اپنے آفس میں ملتے رہیں گے۔ اور آپ ہر وقت اس بات کا خیال رکھیں گے کہ اپنی لڑی کو میرے پاس چھوڑنے جا رہے ہیں۔"

"فف..... فریدی..... میں کیا کروں؟" ذی۔ آئی۔ جی
ہر ایسی آواز میں بولا۔

"آپ وہی سمجھ جو ڈاکٹر ٹیڈل کہہ رہا ہے۔ اس کے مطابق اور کرہی کیا سکتے ہیں۔"

"یعنی کہ..... یعنی کہ.....!"

"آپ خود سمجھدار ہیں۔"
"سل..... لیکن سعیدہ....!"

"جتاب عالی..... سب کچھ خدا پر چھوڑیے۔ اس کے مطابق اور کرہی کیا سکتے ہیں۔"

ذی۔ آئی۔ جی کچھ نہ بولا۔ اس کے چہرے پر مردنی چاہی۔

"کریں فریدی! ڈاکٹر ٹیڈل بولا۔" تم نے دیکھا کر بڑھا۔

امن دوست کی نیچر تکنی بدلتی ہے۔ میری

رہی تھیں، اس نے اپنا نچلا ہونت اتنی شدت سے

میں دیبا تھا کہ وہ زخمی ہو گیا تھا اور باخچوں سے

بوندیں کچنے لگی تھیں۔

فریدی کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا تھا۔ آگیں اس قابل ہو گیا ہے کہ میری ایکم کو عملی جامہ وہ بھتی تھی کہ شاید مجھے اس معاہدے کا علم ہیں۔ اس اسے اور اس وحشی ہور توں کے قرب کا متنی تو ضرور میرے بازوؤں میں بھلا اتنی طاقت کھاں کریں۔

ہاتھوں سے سزا دے سکوں۔ تم خاموش کوں!

"اوہ.....!" فریدی کے منہ سے بے اختیار لکلا۔
"کیا بات ہے؟" حمید نے پوچھا۔

"کوئی بات نہیں" فریدی نے کہا اور سگار نکال کر اس کا گوشہ توڑنے لگا۔ اسکرین پر ایک دروازہ آہستہ کھل رہا تھا۔ قاسم کی ٹکل دکھائی دی۔ اس نے کرے کا دروازہ بند کر دیا۔ ریٹا چوک کر کر سی اٹھ گئی تھی۔ قاسم کے دانت لکل پڑے۔ وہ ریٹا کی طرف چھپتا اور ریٹا چیخ مار کر پیچے ہٹ گئی۔ قاسم بہت زور سے دہاڑا۔ وہ اس سے کہہ رہا تھا کہ وہ شور نہ چاہے لیکن وہ چیختی رہی۔ وغناً قاسم نے اسے جلا کر زور سے دھکا دیا اور وہ دیوار سے جا گکر ای۔

"خدایکی قسم یہ قاسم نہیں ہو سکتا۔" محمد مضطربانہ انداز میں بولا۔ "اس میں تو شیطان کی روح طولی کر گئی ہے۔"

ریٹا دیوار سے ٹکر اکر فرش پر گری تھی اور ایسی بے دم ہوئی کہ خود سے انھنماں معلوم ہو رہا تھا۔ قاسم نے اس کی گردن دبوچ لی اور سیدھا کھڑا کر دیا۔ وہ "نہیں..... نہیں۔"

چیخ جاری تھی۔

"چوپ حرام اوی! قاسم اسے سر سے اوچا اٹھاتا ہے۔"

دہاڑا۔ "ساری زندگی بس..... نہیں..... نہیں....."

رہوں گا۔" اور پھر اس نے بڑی بے درد سے اسے نیل پر ٹھی دیا۔ بڑی دل دوز چیخ تھی۔ پھر وہ اٹھ کی۔ اس کے ہاتھوں چیزوں میں نئی شروع ہو گیا۔ اور منہ سے ذیم ال خون نکل کر فرش پر پھیلنے لگا تھا۔

"کیا نہیں تو.....!" قاسم دونوں ہاتھوں کو جھاڑا بڑھا۔

فریدی کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا تھا۔ آگیں

وہ بھتی تھی کہ شاید مجھے اس معاہدے کا علم ہیں۔

نے کیشپن حمید سے کر لیا تھا۔ وہ مر چکی ہے۔

"اوہ.....!" فریدی کے منہ سے بے اختیار لکلا۔
بھی پوری ہوئی ہے۔ جب ان کے جسم بدل جاتے ہیں تو ان پر بد حواسی کا دورہ پڑتا ہے۔ پچھے دنوں تک انہیں اور اور اصر پسلکنے دیتا ہوں۔ پھر یہیں بلدا کر ایک بار پھر انہیں ان کی اصل تھیصیتیں واپس کر دیتا ہوں۔ چھپ یہ بتانے کے لئے کہ ایسا کر دینا میرے امکان میں ہے۔ اس کے بعد پھر ان کے جسم بدل دیتا ہوں۔ وہ روتے ہیں۔ گزشتہ اسے ہیں اور میں ان سے ایک ضرورت لئے کام کرنا منتظر کر لیتے ہیں۔ ایک مدت تک کام کر لینے کے بعد انہیں ان کی اصل تھیصیتیں واپس کر دی جائیں گی۔ تمہارے ساتھ میں نے ایسا کوئی بر تاؤ نہیں کیا میں جانتا ہوں کہ تم بہت ذینں آدمی ہوں معاملہ کی نوعیت کو سمجھتے ہوئے یوں ہی میرے لئے کام کرنے پر آمادہ ہو جاؤ گے۔"

فریدی مسکر لیا۔ میں دیوں انہیں پر ڈاکٹر ٹیڈل بھی مسکرا تا نظر آیا پھر وہ بولا۔ "کرتل فریدی تمہاری مسکراہٹ بڑی دلاؤیز ہے۔"

"میرے پرد جو خدمت کی گئی ہے اسے بخوبی انجام دے رہا ہوں!"

"لیکن میرے ذہن کے کسی گوشے میں اب بھی تمہارا خوف موجود ہے۔"

"بڑی بھیج بات ہے۔"

"اور اسی ظفہ سے ویچھا چھڑانے کے لئے میں نے تمہیں یہاں دیکھنا پسند کیا ہے۔ مجھے اپنے دوست جیر الد شاستری کا حشر یاد ہے۔"

"اوہ.....!" تو تم اس اسکول سے تعلق رکھتے ہو؟"

"ہر گز نہیں..... میں دیا کو جنت بنانا چاہتا ہوں۔"

"آخر کس طرح ڈاکٹر ٹیڈل؟"

"یہ پھر ہتاوں گا۔ تم نے یہ نہیں پوچھا کہ تمہارا دوست کیک پک اتنا طاق تو کسے ہو گیا۔"

"تمہارے لئے کیا مشکل ہے جب کہ تم ایک کا داماغ دوسرے کے جسم میں منتقل کر سکتے ہو۔"

"ڈاکٹر ٹیڈل کا قیقهہ خاصا جاندار تھا۔ اس نے کہا۔"

"خیر دیکھو اپنے ساتھی کو۔" اسکرین پر سے ڈاکٹر ٹیڈل

وغیرہ غالب ہو گئے اور ایک دوسرے کا دکھا کر تمہارا دوست۔

"اوہ..... یہ تو ریٹا ہے۔" حمید آہستہ سے بولا۔

ریٹا ایک آرام کر سی پر نہیں دراز نظر آئی۔

نہیں دیتا تھا۔ فریدی سکار سلاخ نے لگا۔ خود محمد کی
نہیں اپنا تھا کہ اب کیا ہو گا۔ دفعہ تین نمبر کا دروازہ
وہی شیر مکمل ہال میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر ۲۰
رسی تھیں۔

لے تو مجب پہنچ کر سخت بیٹھے میں کہا۔
”میں تم دونوں کی جامہ ملاٹی لینا چاہتا ہوں
کیوں؟“ فریدی کے لیے میں مجرت تھی۔

”تم میں نہیں جانتا کہ مرد خانہ کہاں ہے؟“
”اسے اٹھا کر دروازہ نمبر چار میں داخل ہو جاؤ۔ تم وہیں
جا پہنچو گے اور اسے الماری نمبر چار کیا رہ میں رکھ دینا۔“
”تم میں تھہر وہ فرید کی نے جمیں سے کہا اور گھر بٹ

خونزدہ سی آواز میں بولا۔
”و تم کان کی جامہ خلاشی کیوں لیپنا چاہتے ہو؟“
”تم کان کی جامہ خلاشی کیوں لیپنا چاہتے ہو؟“
”میں کان کے کان حصے پر سے پھسل کر فرش پر کھدا
کر مردہ خانہ میں داخل ہوا۔ بیہاں ریفر میگریٹر کی متعدد
لوگوں کے پڑاکے پر احتیاط ہوئے۔ پھر کان کے کان حصے
کو کان حصے پر احتیاط ہوئے۔ پھر پڑاکے دروازہ میگریٹر سے نزد
کے تھیں۔

مولے آدمی کو سماجھ لے کر میں ان کے تربیب سے گزر اتھا۔ ”
”یکوں کرنل فرید کی؟“ ”اکتوبر میں جامہ ٹالائی دینے کو تیار ہوں۔“
”اب ہم خطرے سے باہر ہیں۔“ اس نے آہستہ سے
کہا۔ ”پہاں نہ میں ویژن کیمرے پیں اور نہ آواز کے
سمشیں کا کوئی سشم۔“ ”لیکن بھاؤ کی کیا صورت ہوگی؟“ فرید کی نے بو چھا۔

”بُنی مہاں سے چلے جاؤ۔“
”اب پڑھوں کیا تو ہم دونوں مارے جائیں گے۔“
”میں باس!“ غیر معمولی گھٹی گھٹی کی آواز میں بولایا۔
”مہاں خفاقت کی روز امداد ہے۔“ میں تمہارا اخیر قاسم
کی سکے ہاتھ نہ لگا ہو۔ میکنی ہو سکتا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ
بھولوں گا۔ وہ بالکل ہو سکتا ہے جلدی کرو۔ مہاں

جلد ہی تم سے ملوں گا.....!“ فریدی مرد خانے سے نکل کر پھر ہال میں باتا۔ اب بھاں محمد تھا نہیں تھا کوئی اس کے قریب کیا۔ لشکر کوئی اکار ایک وہاں امورت کی دل

فریدی نے ٹبرٹ پر چھلانگ لکھی اور وہ پیختا ہوا پیچے پیش مانی جدوں تھہرے کے ہوئے آہستہ آہستہ اس کے اٹھا کر کہا، اور وہ بھی فریدی کی طرف ہوئی۔ صورت درپیکا تھی۔

دو نوں کے درمیان پچھو دیر کی ہاتھیں اپنے پر بدلے۔

- بھر رپلا نے ان سے کہا کہ وہ انہیں ان کی قیام گاہ کے پہنچا
نے کے لئے اُنی ہے۔ وہ دونوں اس کے ساتھ چل پڑے۔
رپلا کے منہوم کی نظر آرہی تھی۔
”تم بہت شے پسپ کی ہو!“ حیدر نے اس سے کہا۔
جب بھی کوئی ایسا واقعہ ہو جائے کہی دن مک جو اس

بے کو اپنے لئے ایک غدار لوگ کو سزا ملی تھی۔ ہم
جسے کی تدبیر سوچنے کی تشبیب دے رہا ہے یعنی فریدی کو نکل
سل اسے جھوٹ کتارہ باتا۔ گھنڈیوں کے مطابق رات آئی۔
ولن اور رات کا اندازہ بہاں گھنڈیوں سے ہو سکتا تھا رات کا
کھانا ان کے لئے ایک بوڑھی کی مقامی سورت لائی۔ ایسا آگئا
تھا جیسے وہ کوئی اور بہری ہو۔ اس نے ان کی کسی بات کا جوا
بی نہیں دیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد وہ بیکا کے منتظر
رہے۔ وغیرہ اور اکثر مذکور کی آواز آئی۔
”کر غرفہ کیا! گھبرت کا پختہ تمہارے دوست کے
لئے بندی کیا!“
”ایک بھگد وہ رکی اور انہیں بھگار کن کا اٹھا دکا
”کیا او تو؟“
”بھگی کچھ دیر پہلے ایک غدار لوگ کو سزا ملی تھی۔ ہم
کو اپنے لوگوں کا انعام ضرور کھایا جاتا ہے۔“
”وہی تو نہیں نہے ایک دیوبھیر درندہ.....!“
”بھاں ہاں وہی۔ بس اس کا ذکر نہ کرو۔“
”بھیں کیوں خوف معلوم ہوتا ہے جب کہ تم فاکر
مال کی بیٹی ہو۔“
”میں اس کی پرستی میکری ہوں۔ بیٹی نہیں۔“
”اوہ....!“

بھرے ہوئے بولے۔ ”بھاگ پچھے جھیلیں اسکی ہیں جہاں مانیگرو
بھرے پوشیدہ نہیں ہیں۔ یہ جگہ بھی اسکی ہی ہے۔
ماہاتھیت کرنا چاہتی ہوں۔ بھاگ کے رازوں
میں اور گلبرٹ والائف تھا۔ گلبرٹ تمہارے
اسکی اور اب صرف میں رہ گئی ہوں۔ تم بھی کیا
اے نہ مارتے تو تمہیں بھی موت کی کوئی میں
میر کیا مدد کرو۔“

”یہ اسی صورت میں گئی ہے ذاکرِ نہذل جب تمہارے
سے سب آؤں میرے سامنے ہوں۔“

”جھ

— ارم اس کے حالات کو مجھے پہنچ کے نہیں کر تم نہیں اسے غائب کر دیا ہو؟ ”
” تو اکثر، میں گلگھٹ کو بھی جامِ ملاشی دیئے پر میار تھا
اور اب تم جسے چاہو بیچ دو۔ ”
” نہیں۔ میں تم پر اعتماد کرنے لگا ہوں۔ ”
” بھلا۔ کیوں تو اکثر؟ ”
” تم مجھ سے مذاڑ معلوم ہوتے ہو۔ تم سوچ رہے ہو کہ
بیوہ کے لئے مجھ سے فسالک ہو جاؤ۔ ”
” نہیں تو اکڑا بھی تو کوئی ایسی بات نہیں سوچی۔ ”
” تم اسی فضل پر مجبور ہو جاؤ گے۔ ”
فریدی بیکھنے والا۔ آواز پھر نہ آئی۔ محمد فردی کو ۲۶

ہی بھجو۔ وہ تو صرف ایک براہمی تسلیت ہے۔ اس سے دلچسپی نہیں کہ اس کی یہ ایجاد کے کیا فائدہ یا نقصان پہنچا رہی ہے۔

میں پھر کہتی ہوں کہ نسل سے زیادہ گرائم کی اہمیت ہے! لیکن میں نہیں جانتی کہ کوہ اس وقت کہاں ہو گا۔ کاش کلبرٹ زندہ ہوتا۔ وہ یہاں اس کا نائب تھا اور دن رات رہتا تھا۔

”مجھے ان مقالات کے بارے میں بتاؤ جہاں تمہارا موافقانی نظام موجود نہیں؟“
”کیوں؟“

”کلبرٹ انہیں میں سے کہیں ہو گا!“
”کیا مطلب؟“

فریدی نے اسے کلبرٹ کی کہانی سناتے ہوئے کہہ دیا۔ حالات سے تقدیر مواقف ہی معلوم ہوتی ہے چلو جلدی کرو۔“
ربیکا کے چہرے پر سرخی دوڑھی سمی۔ وہ تینوں اسے تلاش کرتے چہرے اور بالآخر ایک جگہ وہ میڈ۔ فریدی نے اس سے پوچھا کہ وہ اب کیا کرنا چاہتا ہے۔ وہاں سے نکل بھائی کے علاوہ اور کیا چاہتا۔ لیکن اس نے بتایا کہ گرائم کی اور اپنے ساتھ کسی کو لے جاسکتا ہے۔ راستے کے گمراں کی اور کوہاں میں نکلنے دیتے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ گرائم اس وقت وادی کے سلور مون کلب میں برج تھیل رہا ہو گا۔ فریدی کو دفتہ پکھی دیا۔ اس نے ربیکا سے پوچھا کہ پچھے دیو میڈ مرد ہوں ہے۔ اسی دن تھہ خانوں سے باہر کیوں نکالے گئے تھے۔

”نسُل نے سوچا کہ ممکن ہے کلی نہایتیں ان کا وہ انجام نہ ہو جو عام طور پر ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں تھا۔“

پھر انہوں نے تھہ خانوں کے متعلق بات چیت شروع کر دی۔ کلبرٹ نے بتایا کہ وہاں جگہ ڈائیماٹ لگے ہوئے ہیں تاکہ جب بھی ضرورت ہو سب کچھ تباہ کر دیا جائے۔ فریدی کلبرٹ کو اس جگہ لا یا جہاں سے وہ ڈائیماٹ لگنے کا ہوتے تھے۔ فریدی نے صرف سوچ پورہ ہی وہاں سے ہٹا دیا بلکہ تاروں کو بھی اس قابل نہیں رہنے دیا کہ انہیں دوبارہ جوڑا جاسکتا۔ اس سے پشت کر اس نے سعیدہ اور قاسم کے پارے میں پوچھا۔ پھر ان کی تلاش جاری ہی تھی کہ فریدی کا گزرا ایک لیے کرے سے ہوا جہاں میک اپ کا سرمان بھی موجود تھا۔ اس نے کلبرٹ کے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہ وہ اسے بآسانی گرائم کا ہم فکل بناتا ہے۔ اور میں من

”اچھا ان دیوبیکروں کی تحقیق کا کیا مقصد ہے؟“
”اس نے تمہیں اس کا مقصد غلط بتایا تھا۔ یہ اس کی تفریغ ہے۔ جب وہ دماغوں کی تبدیلی کے متعلق تجربات کر رہا تھا یہ چیز اتفاقاً دریافت ہو گئی تھی کہ وہ آدمیوں کی جسمات بھی جیسی حریت اگلیز طور پر بوسھا سکتا ہے۔ اس نے یہ بھرپور کچھ کمل کرنا چاہا۔ گرائم کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا جب کہ خود اس کا مقصد حاصل ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر نسل کی احصائی کمزوری سے قومِ اتفاق ہی ہو چکے ہیں۔ لیکن نے جو دیوبیکر آدمی ہائی میٹ گیا۔ فوجیوں میں چیختا پھر اکہ وہ جو کچھ نظر ۲۷ میلی، وہ پکھل جاتے ہیں۔ دراصل جوبات خود اس میں نہیں دیکھا دیا۔“

اس سلسلہ میں اس نے گرائم سے خواہش ظاہر کی کہ اس کا جسم اسے پاکی خانے بھجوادیا۔ پر اس نے سوچا کیوں نہ ظاہر کا جائے کہ یہ دماغی خرابی وبا کی فکل میں پھوٹ پڑی ہے۔ لہذا کہ کر دیا۔ اتفاقاً تمہارا دیو پکھر دوست اس کے ہاتھ لگ کیا اور اس نے اسے ایک خاص قسم کا مجھشی دے کر دھشی اور بھروسہ دیا۔ خدا کی قسم میں ریثا کی موت بھی نہ بھولوں گی۔ اسی دوسرے دن شدید ترین نفرت محسوس کی تھی میں نے، لیکن اسی دوسرے دن میں کچھ ایسے شہریوں پر بھی حمل کیا ہے۔ بھروسہ کی بیوی پوزیشنوں کے مالک ہیں۔ اس طرح یہ بات پورے ملک میں پھیل گئی یعنی سب ہی اس وجہ سے ہے۔ اسی طرح رہا۔ اس کے ساتھ رہتے رہتے میں بھی اسی کی طرح عالمی مرض کا فکار ہو گئی ہوں۔ اور وہ دیکھو تو تم نے ابھی اس سوچا، اب مجھے جانا چاہیے۔“

”اسی میں سمجھ سکا کہ تم چاہتی کیا ہو؟“
”الا اسکی سر بلندی!“

”اسی آدمی نہیں ہوں ربیکا، اس لئے سیاسی اصطلاح کا مثال کرو۔ بتاؤ تم کیا چاہتی ہو؟“

”خدا کی لذل کو بحالینا چاہتی ہوں۔ ایک نئے اس کی گھبہ اشت کرنا چاہتی ہوں۔“

”خدا کی پناہ اتبا۔ تو گرائم اور نسل دلوں کی میں موجود ہی ہیں۔“

”خدا کی لذل کو بحالینا چاہتی ہوں۔“

”رہنا چاہیے، ورنہ میرے ملک کے بے شمار آدمیوں کی بے دہنوں سیست زندہ رہنے پر مجبور ہو جائیں گے۔“

”اور یہ مت سمجھنا کہ نسل تم کو پسند کرنا ہے۔“

”میں نے اسے مجبور کیا ہے کہ تمہیں زندہ رہنا چاہیے۔“

”ماخاں کی تھیں اس کی بیٹیوں سے فائدہ اٹھا۔“

”یہ بات گرائم کو سمجھائی ہے۔ نسل کو لاگا۔“

کافکار ہو چکے ہیں۔ ان کی کھوپڑیوں میں گرائم کے آدمیوں کے دماغ رکھ دئے گئے ہیں۔ اپنے آدمی جو تمہاری زبان اہل زبان کی طرح بول سکتے ہیں۔ گرائم اپنے ملک کے لئے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔ وہ جب چاہے یہاں اپنے ملک کی موافقت میں انتساب لاسکتا ہے۔“

”لیکن یہ چارے شہری کیوں پر بیان کئے جا رہے ہیں۔ ان کی خصیصیں کیوں بدلتی جا رہی ہیں؟“

”ایک مجبوری کی بنا پر۔ گرائم کا ایک آدمی جو تمہاری فوج کا ایک برا آفسر ہے کچھ دنوں بعد اس تبدیلی سے تھا۔“

”گیا اور اس نے گرائم سے خواہش ظاہر کی کہ اس کا جسم اسے داکٹر نسل سے کمتر کر دیا جائے۔“

”اوپس کر دیا جائے۔ گرائم اس پر آمادہ نہ ہو۔ اس پر اس کا

”دماغ ہی میٹ گیا۔ فوجیوں میں چیختا پھر اکہ وہ جو کچھ نظر ۲۷ تھی۔ ڈاکٹر نسل سر اخراج ہوئے اسے لگاٹ کی نظر وہنے سے دیکھے جا رہا۔ پھر اس کا سارہ سہلانے لگی وہ اس کی طرف دیکھا رہا۔ پھر اس نے اپنا ایک ہاتھ اس کی کر کے گرد ڈال دیا۔ اور پھر پٹ سے فرش پر آگا، فریدی

”مضطرب پانہ انداز میں اٹھ کھڑا ہوں ساتھ ہی اسکرین کے پیچے سے آواز آئی۔“

”تم نے دیکھا کرٹل ایسے خود بھی اس جذبے کو نہیں سہار سکتا۔ اس کے اعصاب اسے برواشت ہی نہیں کر سکتے۔ اب یہ ایک گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آسکتا۔“

”یہاں آکر مجھے اس کمرے میں لے چلو۔“

”یہاں نہ ممکن ہے! میں اس کے لئے مامتا بھی محسوس کرتی ہوں۔“

”مجھے صرف اس کی حرکتوں سے نفرت ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ یہاں کے قیدی کسی طرح رہا ہو جائیں۔“

”تم آؤ تو!“

”اچھی بات ہے میں آرہی ہوں۔“

”اسکرین تاریک ہو گیا۔ اور پھر وہ تمی مزدی کے اندر اندر وہاں پہنچ گئی۔ فریدی نے اٹھ کر استقبال کیا تھا۔“

”پہنچ جاؤ۔ مجھے جلدی واپس جاتا ہے لیکن میں پھر کہتی ہوں کہ تمہیں اس تک نہیں لے جاسکوں گی۔“

”پھر بتاؤ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں؟“

”جس کہتی ہوں۔ نسل بے قصور ہے۔ کرف گرائم اپنے ملک کے لئے اس سے زبردستی کام لے رہا ہے۔“

”کیا کام لے رہا ہے؟“

”دماغوں کی تبدیلی! ایک کار مانع دوسرے کی کھوپڑی میں رکھ دیتا ہے۔ تمہاری فوج کے بہترین آفسر اس تبدیلی

”امتحانہ حاکمیت ہے کرو۔ یہ حقیقت ہے کہ ڈاکٹر نسل نے مجھے ممتاز کیا ہے۔“

”نکل بھائی کی مکانی پر ورنہ اگر کہیں اس نے آپ کا بھی جوڑا لکا دیا تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔“

”حید بکو اس بند کرو۔ میرا دماغ خراب نہ کرو، ورنہ میں ڈاکٹر نسل سے کہہ کر تمہیں اور کہیں پھکوادوں گا۔“

”اللدر حم کرے آپ کے حال پر!“ حید خندی سانس لے کر بولا۔

”فریدی کچھ نہ بولا۔ دفعتاً اسکرین روشن ہو گیا اور پھر ایک کرے کا منظر پوشی نظر تھا۔ یہ ایک خواب گاہ تھی۔ ڈاکٹر نسل کری پر بیٹھا ہوا تھا اور ربیکا اس کے قریب کھڑی تھی۔“

”ڈاکٹر نسل سر اخراج ہوئے اسے لگاٹ کی نظر وہنے سے دیکھے جا رہا۔ ربیکا اس کا سارہ سہلانے لگی وہ اس کی طرف دیکھا رہا۔ پھر اس نے اپنا ایک ہاتھ اس کی کر کے گرد

”ڈال دیا..... اور پھر پٹ سے فرش پر آگا، فریدی

”مضطرب پانہ انداز میں اٹھ کھڑا ہوں ساتھ ہی اسکرین کے پیچے سے آواز آئی۔“

”تمیں دیکھا کرٹل ایسے خود بھی اس جذبے کو نہیں سہار سکتا۔ اس کے اعصاب اسے برواشت ہی نہیں کر سکتے۔ اب یہ ایک گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آسکتا۔“

”یہاں آکر مجھے اس کمرے میں لے چلو۔“

”یہاں نہ ممکن ہے! میں اس کے لئے مامتا بھی محسوس کرتی ہوں۔“

”مجھے صرف اس کی حرکتوں سے نفرت ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ قیدی طرح رہا ہو جائیں۔“

”آؤ تو!“

”اسکرین تاریک ہو گیا۔ اور پھر وہ تمی مزدی کے اندر

”اندر وہاں پہنچ گئی۔ فریدی نے اٹھ کر استقبال کیا تھا۔“

”پہنچ جاؤ۔ مجھے جلدی واپس جاتا ہے لیکن میں پھر کہتی ہوں کہ تمہیں اس تک نہیں لے جاسکوں گی۔“

”پھر بتاؤ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں؟“

”جس کہتی ہوں۔ نسل بے قصور ہے۔ کرف گرائم اپنے ملک کے لئے اس سے زبردستی کام لے رہا ہے۔“

”کیا کام لے رہا ہے؟“

”دماغوں کی تبدیلی! ایک کار مانع دوسرے کی کھوپڑی میں رکھ دیتا ہے۔ تمہاری فوج کے بہترین آفسر اس تبدیلی

کے اندر اندر اس نے اپنا دھوئی پورا کر دکھلایا۔ گبرٹ نے اسے بتایا کہ گراہم بھی میک اپ کا ماہر ہے لیکن اپنی حکوم کا دوسرा آدمی وہ بھی نہیں بنا سکتا۔ رپرکا بھی تھام رہ گئی تھی اور چیدھنڈی آپسی بھر رہا تھا۔ اب اسی کے قریب کے ٹھانے اور جنپیت کر اہم ایسیں باہر لے جائے گا۔ گراہم نے بتایا کہ نکلنے کے کلی راستے بیس اس لئے بعض پہنچے داروں کو علم نہیں ہوا کیا کہ وہ کس راستے سے آیا اور کس راستے سے واپس جلا

دوسری گھر دروازے پر پڑھی تھی۔ فریضی دروازے سہیت
کمرے کے اندر جا پڑا تھا۔
”لوہا!“ اس نے اس کی غربہٹ سنی اور بڑی پھر تی سے
انھے بیٹھا۔ ویسے انھٹے انھٹے اس نے دیکھا کہ کراہم نے
کوئی چیز جیب سے لکالی ہے اور پھر اس کی پھر تی نے ہی اسے
بیالی۔ کراہم کی منی سے نکلنے والی شمار آکو دشمن اس سے
اک فٹ کے فاصلے پر دلوار روپی ٹھیک ہی۔ پھر ویسی ہی اک

و نہ اگلے بڑے فرید کی پر پھٹانگ لگائی۔ اس نے اسے
ماٹھوں ہی پر روک کر سمجھے اور نما اٹھا لیا۔ اس نے گردن
پھر نے کی کوشش کی ہی تھی کہ فرید کی نے اسے فرش پر پینڈن
دیا۔ وہ دوبارہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اور اس بار فرید کی
خواکر اس کی پیشانی پر پڑی۔ یہ خواکر اسکی تھی کہ وہ دوبارہ نہ
انہ سکا۔

بولا پھر کار کو دا انتوں سے چھوڑ کر فاتحانہ انداز میں بولا۔ ”تم
جن مری طرف بڑھ رہے ہو۔ بھی مجھے نہیں پہنچ سکتے“
اور پھر اس کی ہمچیل بند ہو گئی۔ ایسا لگا جیسے اس کا رپورٹ
کیا ہو۔ لہر اکر زمین پر آ رہا۔

”کیا مطلب ہے؟“ محمد الحقانی اندر از میں اس کی طرف نہ
لئے گیا۔

”میر اور اسماں کی بھال ہے؟“
”تمہرے میرا کچھ نہیں بلکہ سکتے! میں سب کچھ بنا کر
اس کا۔“ کر احمد نے یہ کہہ کر دیوار سے لگے ہوئے سوچنے
لگا۔ اس کی طرف وہ رہا تھا اخیاں ہی تھا کہ خبار آکو دشمن اس
کا فوکر کے قریب سے شش کے پیسوں میں تھا۔ فریدی نے کار
کاپیں۔ زہرا کی پیسوں میں تھا۔
”جید اسے باندھ لو!“ فریدی نے جید سے کہا جو بے
اس کے بعد ٹھانے کی پیشوں میں تھا۔

اس کے بعد گلبرٹ کو ہوش میں لانے کی تجویزیں کی
گئیں اور ہوش آ جانے پر مجھوں کیا کیا کرو فریدی کو اس چکر
پہنچا لے جہاں ہمیں کا پڑ موجوں ہے۔ اکلا سے پہلے اس نے
اچھی طرح اس کی جامہ ٹلاشی لے لی کہ یہیں اس نے بھی
زہر نہ پھیار کھا ہو۔ ہمیں کا پڑھاتھ آ جانے کے بعد اس نے
محمد کو دیں پھر ڈاٹھا اور گلبرٹ کو باندھ کر ہمیں کا پڑ میں
ڈال دیا تھا اور خود ہمیں کا پڑ کر ٹھاٹھ کر تلاشی کیا تھیں

اس پر اور جو نیکی کا پتہ رہتا ہوا اس سے ایک سمجھنے کے اندر ہی اندر پہنچا تھا۔ پھر زائد بیلی ناپڑوں کا لرزہ خیز سورج کو سمجھنے لگا تھا۔ میڈل زندہ بھی ہاتھ لگا۔ وہ ابھی تک بے ہوش تھا۔ اب ریکا کی حالت غیر ہونے لگی تھی۔ اس نے حمید سے کہا۔ ”اب جن حالات خلی کر سکتی تھیں۔“ میں نہ لے کر اس کے لئے میں خود میں دینا کو بناوں گی۔“ اس کے دو بے قصور تھا اور تمہاری حکومت سے اس کے لئے رام کی اپیل کروں گی۔“

حمد کے پڑھنے والا۔ اس کا ذہن سن ہو کر را گیا تھا۔ ۰۰

This image shows a vertical strip of paper with a repeating pattern of small, dark, irregular shapes, possibly a watermark or decorative border. The strip is oriented vertically and appears to be part of a larger document.

سعال ریڈیو اور نئے نئے بھی جس سے شماں نکلی تھی۔ کراہم کے جلوے اس بھاٹ پر پڑی تھیں کہ میں اس سے جلوے ساختہ قسم کی بچتی تھی اور وہ اچھل کر دیوار سے جاگا۔ فوج بھی اس کے باتوں سے نکل کر فرش پر آ گیا تھا۔ فریدی نے جھپٹ کر اٹھا۔ سعیدہ ایک گوشے سے دوڑنے لگی آئی، اور فریدی کے بازوں میں جھول گئی۔ سعیدہ نے اس کے پڑھ کر اسے ہٹایا۔ یعنی وہ بے ہوش تھی۔ سعیدہ نے اسے ایک طرف ہٹا دیا۔ کراہم دیوار سے لگا کھڑا پر رہا تھا۔ دفعتاں

وقت گھر فریب کو تمہارا دل و نظر والے ٹھوڑا بھاگا۔
”تو یہ تم ہی تھے۔“ گھر دلفت پیش کر فریبا۔
”ال دوست اپنی نے ہی تمہارا اخوند اس وقت تمہارا
جیب سے غائب کر دیا تھا جب تم قائم کے ساتھ مہر
زیب سے گزرے تھے؟“

”تم کون ہو؟“ اگر اہم نے گھر سے پوچھا۔
”میں گھر دلفت ہوں کرنل..... تھے تمہارے حکم
ڈالا گیا تھا۔ اس شخص نے مجھے دھوکہ دیا اس لئے
نہیں گھومنا تھا۔ اس طرح مجھے اپنا احسان مند بنا لیا اور
طرف سے نمرے دل میں کینہ پیٹھ گیا تھا کیوں کر
محض پہنچ کر دلبے کی سزا موت ختم اُنی تھی۔“
”اس لئے تم غداری پرواز کرے۔“ اگر اہم ۲ کام
کر غرباً۔

”اس نے مجھے دھوکہ دیا تھا۔ اب میں ہمارے
ساتھ ہوں۔ غداری پر بکانے کی ہے۔“

فریدی "سیدہ" کہتا ہوا دروازے کی طرف چھٹا۔
دروازہ بند تھا۔ اس نے پیچے ہٹ کر دروازے ہر گماری۔
دروازے چڑھت کی آواز کے ساتھ ہلا تھا۔
"کون ہے؟" وہ اندر سے دھڑا۔ ایکن اتنی دیر میں

رہوں۔ ”
”ہاں، میں پوری انسانیت کے ساتھ نہاری
کھی۔ میرے گلک میں کتنے آدمی بیٹے ہیں کہ ان
میں ساری دنیا کو جنم بنا دیجئے کی ساروں کی

جیساں کوئی نہیں
کہاں کوئی نہیں
کہاں کوئی نہیں
کہاں کوئی نہیں